ہفت روزہ
خدام الدین
لاہور
پاکستان

بانی اخبار
شیخ التفسیر
حضرت مولانا احمد علی
قدس سرہ

پیسے

مدظلہ العالی

سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ

کا

پہلا خطبہ خلافت



لوگو! میں تم پر حاکم مقرر کیا گیا ہوں حالانکہ میں تم لوگوں میں سب سے بہتر نہیں ہوں، اگر میں اچھا کام کروں تو تم میری اعانت کرو اور اگر برائی کی طرف جاؤں تو مجھے سیدھا کرو۔

میں خدا اور اس کے رسول کی اطاعت کروں میری اطاعت کرو لیکن جب خدا اور اس کے رسول کی نافرمانی کروں تو تم پر میری اطاعت

الرضوان کے سنہری
بتلانا مقصود تھا کہ ہم
ں کریں گے اور اسی
ں گے لیکن ارباب بصیرت
سٹ طریق واردات ہے
ہوا یعنی اس کے بعد
آیا (اور بالخصوص وزیراعلیٰ
امتین اور سنجیدہ (؟) وزیر
یں ہوتا تھا کہ اس کا
اُو کرما کے مقابلہ میں
ہے۔ اور اب انہوں
بھائی ادیبانہ اور فصیحانہ تقریر
چہرے کا سارا غازہ دھو کر حقیقت
کر دی ہے اور بقول شخصے منافقت کا جو نقاب
رکھا تھا وہ اٹھا کر سیدھے اور صاف لفظوں میں
بتلا دیا ہے کہ میں کون ہوں اور کیا چاہتا ہوں؟ انہوں
نے بڑے طمطراق سے "سرخ سویرے" کا تذکرہ کیا۔
ایشیا کے افق پر اٹھتی ہوئی سرخی کا راگ الاپا، ویت نام
کمبوڈیا کی تحریک آزادی کی طرف عوام کی توجہ مبذول

۳ جولائی ۷۵

احادیث الرسول صلی اللہ علیہ وسلم

اللہ تعالیٰ کے لیے محبت اور بغض

(عن) اَبِیْ ذَرٍّ قَالَ خَرَجَ عَلَیْنَا رَسُوْلُ اللّٰہِ (صلی اللہ) عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اَتَدْرُوْنَ اَیُّ (الاعمال) اَحَبُّ اِلَی اللّٰہِ تَعَالٰی قَالَ قَائِلٌ ... قَالَ قَائِلٌ - اَلْجِہَادُ قَالَ النَّبِیُّ (صلی اللہ) عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّ اَحَبَّ الْاَعْمَالِ ... اَلْحُبُّ فِی اللّٰہِ وَالْبُغْضُ فِی اللّٰہِ

...ت ابوذرؓ سے روایت ہے کہ
... صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے
... اور پوچھا کچھ جانتے ہو
... کون سا کام زیادہ پسند ہے
کسی نے کہا جہاد
... اللہ ... سب سے زیادہ ...
محبت ہو تو اسی کے
... اسی کے لیے

...ٹھے ہو کر رہنا سہنا انسان کے
... کا دوسرے سے کام پڑتا بھی
...ئی انسان تنہا اپنی تمام ضروریات
...کا آپ ہی تو خود اپنی چیزوں
...ہی سنبھال سکتا ...

ٹکرائیں گی اور آپس میں لڑائی جھگڑا ہو گا۔ اس ٹکراؤ سے بچنے کی اسلام یہ صورت پیش کرتا ہے کہ باہمی محبت صرف اسی لیے کرو کہ اللہ کا حکم ہے اور لڑو بھی تو فقط اس وقت جب اللہ کا حکم ہو۔ تمہاری دوستی بھی اللہ کے لیے ہو اور دشمنی بھی اللہ کے لیے ہو۔ ہر حال میں مقصد اللہ کی رضا اور خوشنودی ہو۔

ایک دوسرے سے اچھے برتاؤ کا اس سے بہتر طریقہ کسی اور مذہب نے نہیں بتایا۔ اس لیے ارشاد ہے کہ باہمی محبت اور دشمنی جس کے بغیر زندگی میں چارہ نہیں۔ اپنی ذاتی غرض کے بجائے نہ کرو ورنہ دھکے کھانے بھڑنے کے سوا اور کچھ نہ ہو گا۔

لوگ سمجھتے ہیں کہ نماز اور روزہ اور جہاد ہی وہ کام ہیں جنہیں اسلام نے اچھا بتایا ہے۔ آپؐ نے فرمایا کہ باہمی میل جول کو اچھی اور مضبوط بنیاد پر قائم کرنا اصل کام ہے۔ اور اس کی بنیاد اس سے زیادہ مضبوط کوئی نہیں ہو سکتی کہ محبت اور دشمنی اللہ کے حکم کے تابع ہو۔

باقی اعمال نماز روزہ وغیرہ اسی لیے ہیں کہ اللہ عزوجل کی اطاعت کی مشق ہو۔ اور پھر یہ اطاعت کی عادت باہمی میل جول میں اللہ کا حکم یاد رکھنے اور اس پر عمل کرنے کا باعث ہو۔

"تبصرہ" جولائی میں آ رہا ہے!

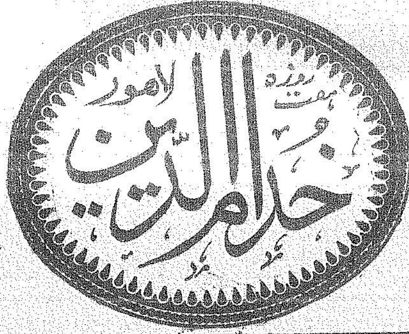
بعض قانونی پیچیدگیوں کے باعث حکومت نے ماہنامہ تبصرہ پر گزشتہ دو ماہ سے پابندی عائد کر دی تھی الحمد للہ دوبارہ اجازت مل گئی ہے اور جولائی کا شمارہ قارئین کی خدمت میں

جب خیبر فتح ہوا تو صحابہؓ کو بہت ...
اپنی ضرورت سے اپنا حصہ فروخت کرنا شروع ... یا دوسرے حضرات زیادہ خریدنا شروع کر دیا۔ اسی گہما گہمی میں وقت گزار فراغت حاصل کرنے کے بعد ایک صحابی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا حضرت آج مجھے بہت نفع ہوا ہے حتیٰ کہ اتنا نفع ساری جماعت میں سے کسی کو بھی نہیں ہوا۔ آپ نے دریافت فرمایا کہ

اعمال
کے ان
کے جانا
ان میں سے
اپنے
مولانا عبد...
کسی نے عرض کیا
کی جگہ ہے نیکیاں
اس پر ایک شیخ تاری اور
کرنے کی عرض فرمائیں
دنیا میں چکھا ہے اور اللہ تعا...
کو جنت میں مزہ نہیں دیتی ...

عبیداللہ انور پبلشر نے پرنٹر خواجہ طارق لطیف کمبوہ ... پرنٹنگ پریس سے

رئیس التحریر
مفکر اسلام
قائد اسلامی انقلاب
مولانا مفتی محمود



ادارۂ تحریر
مولانا عبید اللہ انور
محمد سعید الرحمٰن علوی
زاہد الراشدی

جلد ۲۱ شمارہ ۶ | ۲۳ رجادی الثانی ۱۳۹۵ھ / ۴ جولائی ۱۹۷۵ء | فی پرچہ ۶۰ پیسے

مفکر اسلام حضرت مولانا مفتی محمود مدظلہ العالی

اسلام نہ کہ سوشلزم

پنجاب کے گیسو دراز وزیر اعلیٰ مسٹر حنیف رامے نے جو وزیر خزانہ بھی ہیں چند دن پہلے اسمبلی میں آئندہ سال کا بجٹ پیش کرتے ہوئے جو طویل تقریر کی وہ قارئین کی نظروں سے گزر چکی ہوگی۔ یہ تقریر دنیائے ادب کی نگاہ میں تو یقیناً بڑے معرکہ کی تھی لیکن اسلامی نقطہ نظر سے یہ تقریر اتنی لچر، بے ہودہ اور لایعنی تھی کہ باید و شاید!

مسٹر رامے موجودہ برسر اقتدار پارٹی کے ایک قدیمی رکن اور پارٹی کے سرکاری اخبار "مساوات" اور اس سے پہلے "نصرت" کے ایڈیٹر کی حیثیت سے ذہنی اور فکری طور پر ڈھکے چھپے نہیں۔

تاہم جب پارٹی برسر اقتدار آئی تو مسٹر کھر کی زیر قیادت رامے صاحب ابتداً ممبروں اور پھر وزیروں کی صف میں شامل تھے اور خزانہ کا محکمہ ابتدا ہی سے ان کے پاس ہے۔

برسر اقتدار آنے کے بعد انہوں نے جو پہلا بجٹ اسمبلی میں پیش کیا تھا اس میں کئی ایک قرآنی آیات کے حوالے تھے۔ جناب نبی کریم علیہ السلام کی احادیث کا تذکرہ تھا۔ خلفاء راشدین علیہم الرضوان کے سنہری دور کی مثالیں تھیں۔ اور گویا یہ بتلانا مقصود تھا کہ ہم بھی اسی چشمہ صافی سے فیض حاصل کریں گے اور اسی کی روشنی میں قدم آگے بڑھائیں گے لیکن ارباب بصیرت کا کہنا تھا کہ یہ مخصوص کمیونسٹ طریق واردات ہے اور منافقت محض! چنانچہ وہی ہوا یعنی اس کے بعد مختلف مواقع پر یہ دیکھنے میں آیا (اور بالخصوص وزیر اعلیٰ بن جانے کے بعد) کہ یہ "شریف" متین اور سنجیدہ (؟) وزیر اس قسم کی باتیں کرنے لگا کہ محسوس ہوتا تھا کہ اس کا تعلق مکہ و مدینہ زادھما اللہ شرفاً و کرماً کے مقابلہ میں لینن گراڈ، ماسکو اور پیکنگ سے ہے۔ اور اب انہوں نے بجٹ کے موقعہ پر جو انتہائی ادیبانہ اور فصیحانہ تقریر کی ہے اس نے اس کے چہرے کا سارا غازہ دھو کر حقیقت عیاں کر دی ہے اور بقول شخصے منافقت کا جو نقاب پہن رکھا تھا وہ اٹھا کر سیدھے اور صاف لفظوں میں بتلا دیا ہے کہ میں کون ہوں اور کیا چاہتا ہوں؟ انہوں نے بڑے طمطراق سے "سرخ سویرے" کا تذکرہ کیا۔ ایشیا کے افق پر اٹھتی ہوئی سرخی کا راگ الاپا، ویت نام کمبوڈیا کی تحریک آزادی کی طرف عوام کی توجہ مبذول

کراچی اور خون میں نہانے کی بات کی نیز بالتصریح کہا کہ پاکستان کا مقدر سوشلزم سے وابستہ ہے۔ اس تقریر کے کچھ دن بعد انہیں پھر اسمبلی میں ہی چہکنے کا موقع ملا اور اب کے انہوں نے دو قدم آگے بڑھ کر ایک ہاتھ میں قرآن اور دوسرے میں تلوار لے کر سوشلزم نافذ کرنے کے عزم کا اظہار کیا۔ اور کہا کہ جب تک پارٹی منشور کا تیسرا نکتہ "سوشلزم ہماری معیشت" پر پوری طرح عمل نہیں ہوتا تلوار نیام میں نہیں جائے گی۔

ہم یہ بات اچھی طرح سمجھتے ہیں کہ بھٹو صاحب جب ایوب خان سے علیحدہ ہو کر یا علیحدہ کر دیے جانے کے بعد میدان میں آئے تو ان کی زبان پہ جو باتیں اور نعرے تھے وہ ان کے اپنے نہ تھے بلکہ ان کی ڈوری کسی اور کے ہاتھ تھی۔ تاہم قوم نے روایتی جوش کا مظاہرہ کرتے ہوئے جب ہوش و خرد سے کام نہ لیا۔ تو بھٹو صاحب کو اپنا مسیحا سمجھ لیا۔ ادھر ملک کے مختلف الفکر عناصر ان کے ارد گرد اکٹھے ہو گئے اور اس طرح پیپلز پارٹی سیاست کا چڑیا گھر بن کر رہ گئی۔ اب اس چڑیا گھر میں ہر ایک اپنی سی کہتا ہے اور اسے اس کی پرواہ نہیں کہ میری بولی دوسرے کی بولی سے ٹکراتی ہے یا اس سے ہم آہنگ ہے۔

اور اس کا تجربہ پی پی پی کے اقتدار سے پہلے اور اقتدار سے بعد کی زندگی میں خوب خوب ہوا اور ہو رہا ہے۔ پارٹی کے مختلف الخیال عناصر کے ملغوبہ کو بہلانے کی خاطر جو سہ آتشہ تیار کیا تھا اس میں اسلام، جمہوریت اور سوشلزم تینوں موجود ہیں۔ لیکن جب بھٹو صاحب اور ان کی پارٹی نصف حصہ ملک کے طبہ کر عبور کر کے بر سر اقتدار آئے اور مرکزی اسمبلی میں مستقل آئین پہ بحث ہوئی تو متحدہ جمہوری محاذ کی پیہم کوشش سے "سوشلزم" کے لفظ کو ہمیشہ ہمیشہ کے لیے دستور نکالا مل گیا۔

اس کے بعد چاہیے تو یہ تھا کہ بر سر اقتدار پارٹی کی حیثیت سے دستور و قانون کا احترام برقرار رکھتے ہوئے پی پی پی اس "پھٹے ہوئے دودھ" کا تذکرہ کرنے سے گریز کرتی لیکن افسوس کہ ایسا نہ ہوا اور فکری تعفن و بدبو جو اس پارٹی کی زندگی میں رچ بس چکا تھا۔ اس کا چرچا بدستور رہا اور آج تک ہے۔

پارٹی کے مرکزی، صوبائی، ضلعی اور مقامی عہدیداروں کے علاوہ مرکزی اور صوبائی وزراء میں بھی ایسے بہتیرے ہیں جو دنیائے کفر و ضلالت سے اپنی واقعی یا منافقانہ وابستگی پر ندامت کے بجائے خوش ہوتے ہیں۔

اس سے پہلے پنجاب سے ہی تعلق رکھنے والے ایک وفاقی وزیر کو "بابائے سوشلزم" کا نام دیا جاتا تھا اور اس طبقہ کی قیادت کا فخر انہیں حاصل تھا لیکن ادھر کچھ دنوں سے وہ ایسے خاموش ہیں کہ توبہ بھلی۔ اب ان کی نیابت کا فرض جناب رامے ادا کر رہے ہیں اور صبح و شام اٹھتے بیٹھتے وہ یہی راگ الاپتے ہیں۔

جہاں تک پاکستان کے مقدر کا تعلق ہے۔ وہ سوشلزم سے نہیں اسلام سے وابستہ ہے اور اگر حاکموں نے یہی سوچ لیا ہے کہ یہاں سے اسلام کو دیس نکالا دے کر کسی دوسرے ازم پہ اپنا راج محل تعمیر کرنا ہے۔ تو انہیں یاد رکھنا چاہیے کہ ان کا یہ خواب کبھی شرمندۂ تعبیر نہ ہوگا۔

کیونکہ حقیقت یہ ہے کہ پاکستان کا مقدر صرف اور صرف اسلام سے وابستہ ہے۔ تقسیم ملک کے لیے جو نعرہ قوم کو دیا گیا تھا اور جس نعرہ کی بنیاد پہ قوم نے تقسیم کے حق میں ووٹ دیا وہ صرف اسلام ہی تھا۔ اسی نعرہ کے پیش نظر قوم نے خون و عصمت کی اتنی بڑی قربانی دی جس کی مثال ڈھونڈنے سے نہیں ملتی۔ اس لیے ملک میں ہم کسی کو اس طرح کا کھیل کھیلنے کی اجازت نہیں دیں گے کہ وہ قوم کی اتنی عظیم قربانی کے ساتھ یہ ظالمانہ مذاق کرے۔

اس مرحلہ پہ ہم مسٹر بھٹو سے یہ پوچھنے کا حق رکھتے ہیں کہ ملک کے مستقل آئین میں ایک بات طے ہو چکی ہے تو کسی کو یہ کیا حق پہنچتا ہے کہ

وہ پارٹی منشور کے حوالہ سے اس قسم کی لایعنی باتیں کریں ؟

ملک کا دستور ایک مقدس دستاویز ہے جس کے تحفظ کا ہم سب نے حلف اٹھا رکھا ہے اور قوتِ حاکمہ کی حیثیت سے آپ پر زیادہ فرض عائد ہوتا ہے پھر کیا وجہ ہے کہ آپ کے یمین و یسار منڈلانے والی دنیا اس قسم کی ابلہ فریبی کا مظاہرہ کرے ؟

آپ کو دستور کے تحفظ کے معاملہ میں اپنی ذمہ داریوں کا احساس کرنا چاہیے کہ آپ کا سب کچھ دستور سے وابستہ ہے۔ دستور سے انحراف کرکے آخر آپ کے دن جئیں گے ؟

رامے میاں ! بگوش ہوش سن لیں کہ وہ ہمیں ایشیا کی سرخی، ویت نام، کمبوڈیا میں بہنے والے خون اور خون میں نہانے کی باتیں کرکے نہ ڈرائیں۔ ہم اور ہمارے اسلاف نے خون میں نہانے کے بڑے معرکے دیکھے ہیں اور اس وقت دیکھے ہیں جب آپ اپنے لیڈر سمیت نابالغی کی زندگی گذار رہے تھے۔ اور آپ کے وڈیرے انگریزی آمریت کی سیاہ رات کو دوام بخشنے میں مصروف تھے۔

جہاں تک ویت نام وغیرہ کا تعلق ہے انسانی نقطہ نظر سے ہم نے ان کے مؤقف کو ہمیشہ سراہا کیونکہ ہم کسی کو اس کی اجازت نہیں دیتے کہ وہ کسی کی آزادی سے کھیلے لیکن اس کی کیا ضرورت ہے کہ ہم اپنے مستقبل کے لیے وہاں سے خوشہ چینی کریں ؟ خوشہ چینی کے لیے بدر و حنین کے میدان اندلس و سندھ کے معرکے ہماری اپنی تاریخ کا سنہرا باب ہیں اور وہی ہمارے لیے مشعل راہ ہیں۔

آخر میں ہم ان برخود مولویوں، پیروں، پیرزادوں اور صاحبزادوں سے پوچھنا چاہتے ہیں کہ آج یہ خرافات سن کر تمہاری غیرت ایمانی کیوں نہیں انگڑائی لیتی ؟

۱۹۷۰ء کے معرکہ انتخاب میں ملک کے طامع، حریص اور قارون صفت سرمایہ داروں کی دولت کے بل بوتے پر تم نے فتوے مرتب کیے ان کی تشہیر کی اور اس آڑ میں اہل حق کے لیے مشکلات پیدا کیں اور آج تم ہو اور وہی علمبرداران سوشلزم ؟

کراچی سے پشاور تک بندگان پیٹ کی فوج ظفر موج وزراء، گورنروں اور چیئرمینوں کے لیے چشم براہ رہتی ہے آخر کیوں ؟

اگر تم اپنے موقف و مسلک میں جو تم نے ۱۹۷۰ء میں اپنایا تھا مخلص و سچے ہو تو آؤ میدان میں آکر اس ملک کو اندلس بننے سے بچاؤ۔ ورنہ یاد رکھو کہ ان کج رو حاکموں کے ساتھ تمہاری "جبینِ نیاز" بھی محفوظ نہیں رہے گی۔

فاعتبروا یااولی الابصار۔

کچھ مرزائیت سے متعلق !

مجلس تحفظ ختم نبوت کے سربراہ حضرت الشیخ مولانا محمد یوسف بنوری کے معاون خصوصی کی طرف سے موصول ہونے والی ایک چھٹی کے مطابق ابوظہبی کی حکومت نے تمام قادیانیوں کو اپنے ملک سے نکالنے کا فیصلہ کیا ہے۔

اس کا انکشاف حکومت ابوظہبی کے شیخ الاسلام نے حضرت بنوری کے ایک نمائندہ سے اپنی ملاقات میں کیا۔ نیز شیخ الاسلام موصوف نے بذریعہ تار صدر مجلس اور پاکستانی عوام کو یقین دلایا کہ ہم آئندہ کسی قادیانی کو اپنے ملک میں داخل ہونے کی اجازت نہیں دیں گے اور جو پہلے سے داخل ہو چکے ہیں۔ ان کو جلد ہی سراغ لگا کر ملک سے باہر کیا جائے گا۔

یہ خبر بڑی خوش آئند ہے اور اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ متنبی قادیاں کے خلاف اہل حق کی طویل جد و جہد اور مجاہدین ختم نبوت کی قربانیاں رنگ لا رہی ہیں اور اس فتنہ کے استیصال کا وقت آچکا ہے۔

ہمیں افسوس ہے کہ حکومت پاکستان جس نے عوام کے متفقہ مطالبہ کے پیش نظر سال گزشتہ

اس جماعت کو آئینی طور پر غیر مسلم اقلیت تسلیم کر لیا تھا۔ انتظامی اعتبار سے انتہائی سست روی کے مظاہرہ کر رہی ہے۔ نیز اس تاریخی فیصلہ کی عالمی سطح پر خیر خواہ طریق سے نشر و اشاعت کا اہتمام بھی نہیں کیا گیا۔ پچھلے دنوں محض ایک آدھ اخبار نے رجسٹریشن ایکٹ میں ایک ترمیمی فارم کا ذکر کیا تھا جو تمام ڈاک خانوں میں ارسال کر دیا گیا ہے اور جس کا مقصد اس فیصلہ کے عملی تقاضوں کا پورا کرنا ہے۔

ہم چاہتے ہیں کہ رجسٹریشن ایکٹ سے متعلق اس خبر کی بھرپور تشہیر ہو اور دوسرے معاملات زندگی میں بھی فوری ترامیم کی جائیں تاکہ یہ سازشی ٹولہ اپنی موت آپ مر جائے نیز اب تک رجسٹریشن وغیرہ کا جتنا کام ہو چکا ہے اس پر بھی نظرثانی کی جائے تاکہ جن "کافروں" نے اپنے آپ کو مسلمان لکھوا لیا ہے اس کا ازالہ ہو سکے۔

جہاں تک بیرونی دنیا میں اس محاذ پر کام کرنے کا تعلق ہے۔ حق تو یہ تھا کہ حکومت اپنی ذمہ داریوں کا احساس کرتی اور ماضی میں اس نے جو لاکھوں روپیہ مرزائیت کو "تبلیغ اسلام" کے نام پر دیا ہے اس کا مداوا ہوتا لیکن جیسا کہ عرض کیا گیا بدقسمتی سے بیرونی محاذ پر صحیح کام نہیں ہو رہا۔ اور اس کی وجہ ہمارے سفارتی مشنوں کا مخصوص طرزِ عمل ہے جس کی شکایات عام ہیں تاہم مقام مسرت ہے کہ مجلس تحفظ ختم نبوت نے اپنی ہمت و وسعت سے بڑھ کر اس محاذ پر بھی سرگرمیاں تیز کر دی ہیں جس کی پہلی کڑی سال گزشتہ حضرت شیخ بنوری کا دورہ تھا جس میں وہ انگلستان بھی تشریف لے گئے تھے اور ابھی حال ہی میں مجلس نے ملک کے ممتاز عالم دین مولانا مقبول احمد کو یورپ بھیج دیا ہے جہاں وہ تبلیغی کام کریں گے اور انگلستان میں جماعت کے ملکیتی دفتر کو تبلیغ اسلام کا مرکز بنائیں گے۔ نیز ایک دوسرے مبلغ سید منظور احمد شاہ متحدہ عرب امارات کے دورہ پر جا چکے ہیں۔

ہماری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ مجلس کی اس سعی و کوشش کو قبول و منظور فرمائے اور جادۂ حق سے بھٹکی ہوئی انسانیت ان دینی کوششوں کے سبب راہ حق کی طرف لوٹ آئے۔

ہمیں یقین ہے کہ امام العصر حضرت العلام محدث کبیر السید محمد انور شاہ کاشمیری قدس سرہٗ کے شاگرد رشید ہونے کی حیثیت سے شیخ بنوری کی قیادت و امارت میں یہ سلسلہ چار دانگ عالم میں پھیلے گا اور ستم رسیدہ اور دکھی انسانیت اسلام کے دامن رحمت سے وابستہ ہو کر امن و چین کی زندگی گزار سکے گی۔ ۲۲-۶-۱۹۷۵

مدارس اسلامیہ اور حکومتِ پاکستان

پاکستان کے ایک وفاقی وزیر مسٹر کوثر نیازی پچھلے دنوں صوبہ سرحد کے جنوبی اضلاع کے دورہ پر گئے تو بنوں میں ایک تقریب سے خطاب کرتے ہوئے انہوں نے مدارس اسلامیہ کے متعلق بھی اظہار خیال کیا۔

انہوں نے مدارس کے حسابات کی چھان پھٹک اور ان کو سیاست کے اثرات سے بچانے کے عزم کا اظہار کیا۔

جہاں تک مدارس اسلامیہ کا تعلق ہے ان کا وجود کوئی نئی چیز نہیں۔ چونکہ پیغمبر اسلام علیہ الصلوٰۃ والسلام کے فرائض میں "تعلیم کتاب" بھی شامل تھی۔ اس لیے آپ نے ابتدا میں ہی اس کا اہتمام کیا اور جب تک مسلم فرمانروا دنیا میں رہے وہ اس سلسلہ میں اپنی ذمہ داریوں کو نبھاتے رہے اور برصغیر کے علاوہ آج بھی مسلم ممالک میں حکومتیں بہرحال اس سلسلہ میں بہت کچھ خدمت سرانجام دے رہی ہیں۔

جہاں تک برصغیر کا تعلق ہے اس میں بھی حکومتوں کے علاوہ ارباب ثروت اس معاملہ میں بڑے فراخ دل واقع ہوئے تھے۔ اور تعلیمی شعبہ میں ان کی خدمات کا اعتراف میجر باسو جیسے کٹر دشمنوں نے بھی کیا ہے لیکن جب بیرونی اور اندرونی اسباب کے پیش نظر برصغیر غلامی کے شکنجہ میں جکڑا گیا تو پورا نظام زندگی

(باقی ص ۲۳ پر)

مجلس ذکر

[redacted]

مرتب
محمد سعید الرحمٰن علوی

حقیقی "دانشور" وُہ ہے

جو ہر وقت یادِ الٰہی میں مصروف رہے

جانشین شیخ التفسیر حضرت مولانا عبید اللہ انور دامت برکاتہم

بعد از خطبہ مسنونہ :-

اعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم : بسم اللہ الرحمٰن الرحیم :-

اَلَّذِیْنَ یَذْکُرُوْنَ اللّٰہَ قِیَامًا وَّقُعُوْدًا وَّعَلٰی جُنُوْبِہِمْ -

سب سے پہلے اللہ تعالیٰ کا شکر لازم ہے - کہ اس نے ہمیں دولت ایمان سے نوازا کیونکہ دنیا میں ایسے بھی بہتیرے ہیں جو اس نعمتِ عظمٰی سے محروم ہیں وہ اپنے آپ کو دنیوی جاہ و حشمت اور مال و ثروت وغیرہ میں ہم سے بڑھا ہوا سمجھتے ہیں لیکن اس سب کے باوجود اس نعمت سے محروم - اور قدرت نے ہمیں اس سے سرفراز فرمایا - اس کے بعد یہ بات بھی انتہائی کرم کی ہے کہ اس نے ہمیں اپنی یاد کی توفیق بخشی کیونکہ بہتیرے مسلمان ایسے ہیں جو یاد الٰہی کی نعمت سے محروم ہیں - اللہ تعالیٰ سب کی حرماں نصیبی کو دور فرمائے اور اپنی یاد کی لذت نصیب فرمائے -

قرآن عزیز کی سورہ آل عمران کا بیسواں رکوع ہے جس کی دوسری آیت کا ایک ٹکڑا ابھی تلاوت کیا گیا - اس سے پہلی آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ :

"زمین و آسمان کے بنانے اور رات دن کے آنے جانے میں عقل والوں کے لیے نشانیاں ہیں"

اس کے بعد یہ ٹکڑا ہے جس کا ترجمہ ہے :-

"وہ جو یاد کرتے ہیں اللہ کو کھڑے اور بیٹھے اور کروٹ پر لیٹے"

گویا حق تعالیٰ نے اپنے سچے کلام کے ذریعہ عقلمند، دانا اور دانشور کی نشانی بتلا دی کہ اس کی زندگی کا ہر لمحہ یادِ الٰہی میں گزرتا ہے -

اس ٹکڑے کے متعلق حضرت شیخ الہند قدس سرہ فرماتے ہیں :-

"یعنی کسی حال خدا سے غافل نہیں ہوتے - اس کی یاد ہمہ وقت ان کے دل میں اور زبان پر جاری رہتی ہے جیسے حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا - کَانَ یَذْکُرُ اللّٰہَ عَلٰی کُلِّ اَحْیَانِہٖ (یعنی آپ ہر حالت میں یادِ خدا میں مصروف رہتے)"

آج کل ہمارے معاشرہ میں چونکہ دین کے معاملہ میں بے توجہی بلکہ بعض مقامات پر بیزاری کی سی کیفیت ہے اس لیے مقدس دینی اصطلاحات کا بھی از خود مفہوم گھڑ لیا گیا ہے - جیسے دانشور کی اصطلاح ہے - اگر قرآنی نقطۂ نظر سے دیکھا جائے تو دانشور، عقلمند، اور دانا وہ ہے جو یاد الٰہی میں اپنی زندگی بسر کرتا ہو لیکن آج کی اصطلاح میں دانشور وہ ہے جسے خدا اور اس کے رسول برحق اور دینی اقدار سے دور کا واسطہ نہ ہو بلکہ وہ اپنے اندر یہ صلاحیت رکھتا ہو کہ اپنے آپ کو ہر رنگ میں رنگ لے، ہر قسم کے ماحول میں ڈھال لے اور بین و لیبار کے مادر پدر آزاد نظریات کے متعلق لمبی چوڑی لیکن بے سود

و بے مقصد بحث میں ماہر ہو۔ اور جو اپنے آپ کو یادِ الٰہی میں مصروف رکھے آج کی دنیا اسے الٹا بے وقوف قرار دیتی ہے اسی کا نام ہے ع

"برعکس نہند نام زنگی کافور"

جہاں تک یادِ الٰہی کا تعلق ہے پہلے بھی بارہا مرتبہ عرض کیا گیا کہ محض نماز و ذکر اور تسبیح و مناجات ہی یادِ الٰہی نہیں بلکہ یہ یادِ الٰہی کا ایک حصہ ہے اس لیے کہ اسلام ایک جامع دین اور مکمل نظامِ حیات ہے اور وہ اپنے ماننے والوں سے اس بات کا تقاضا کرتا ہے کہ ان کی زندگی کا ہر لمحہ منشاء الٰہی کے مطابق گزرے۔ جناب نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی کی ہدایات جو پوری زندگی پر حاوی ہیں ان کو ملحوظِ خاطر رکھا جائے اور کسی وقت بھی راہِ حق سے انحراف نہ کرے۔ اس اصول کی روشنی میں جب ہر کام اپنے وقت پر ہوگا اور تعلیمات اسلام کے مطابق ہوگا تو وہ یادِ الٰہی بن جائے گا۔

ایک آدمی ٹھیک اپنے وقت پر نماز پنجگانہ ادا کرتا ہے، رمضان کی آمد پر اس کا صحیح معنوں میں استقبال و احترام کرتا ہے اور اس کے شب و روز کے تقاضے پورے کرتا ہے۔ صاحب ثروت ہونے کی حیثیت میں زکوٰۃ و حج کے فرائض کی ادائیگی کا اہتمام کرتا ہے۔ جو اس کا ذریعہ معاش ہے، ملازمت تجارت، زراعت وغیرہ اس میں رشوت، بددیانتی جھوٹ، مکر و فریب وغیرہ سے کام نہیں لیتا اور یہ سب کچھ اس لیے چھوڑتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان چیزوں سے منع کیا۔ اس کے بعد مسجد میں آنا جانا کھانا کھانا پانی پینا، سونا اٹھنا حتیٰ کہ حوائج انسانی پورا کرتے وقت نبوی ہدایات کو سامنے رکھتا ہے تو آپ یقین کریں کہ اس سے جہاں جسم و جان کے تقاضے پورے ہوں گے وہاں قرآن و سنت پر عمل اور اس خلوص و حسن نیت کا مستقل ثواب ملے گا۔

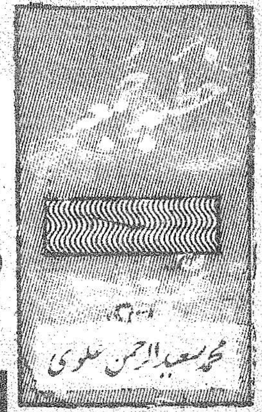
اسلام تو ایک ایسا حسین مذہب و دین ہے کہ وہ کسی کی محنت کو رائیگاں نہیں جانے دیتا۔ ایک آدمی کسی نیکی کے کام کی محض نیت کرتا ہے اور عمل کی نوبت نہیں آتی تو محض حسن نیت بھی بلندی درجات کا باعث ہے۔

یہ ہے حقیقی مفہوم ہر حال میں یادِ الٰہی کا۔ ورنہ یادِ الٰہی کا یہ معنی تو نہیں کہ دنیا سے الگ تھلگ کنج عافیت میں بیٹھ کر رہبانیت اختیار کر کے تسبیح و مناجات میں مشغول ہو جاؤ کیونکہ اس طریق کار سے حضور علیہ السلام نے منع فرمایا ہے اور آپ کا اسوۂ مبارکہ ہی ہمارے لیے قابل تقلید ہے۔ آپ نے مسجد و خانقاہ کے علاوہ بازار و منڈی میدانِ جہاد، امور سلطنت وغیرہ کے سارے ہی فرائض سرانجام دیے اور ظاہر ہے کہ آپ کا ہر عمل دین ہے جس طرح آپ کا ہر عمل دین ہے اسی طرح ہمارا بھی ہر عمل دین اور یادِ الٰہی کا باعث بن سکتا ہے۔ بشرطیکہ وہ اسوہ مقدسہ نظروں کے سامنے ہو اور اگر منہاج نبوت کے خلاف ایک لاکھ سجدے بھی کر لیں تو فائدہ نہ ہوگا۔ بلکہ وہ سجدے باعث ہلاکت بن جائیں گے۔

امید ہے کہ اب آپ حضرات کے ذہن میں یہ بات اچھی طرح آگئی ہوگی کہ دین کے کامل و مکمل ہونے اور ہر وقت یادِ الٰہی کا مفہوم کیا ہے؟

ایک مثال سے بات اور واضح کر دوں۔ ایک آدمی سوتا ہے اس لیے کہ دن کی تھکاوٹ دور ہو جسم کے تقاضے پورے ہوں اور جسم چاق و چوبند ہو کر اگلے دن کے فرائض کی ادائیگی کے قابل ہو سکے۔ اب اگر سونے میں اتنا اہتمام کر لے کہ عشاء کی نماز کے بعد جلدی سے سو جائے اور قبلہ رو ہو کر سوئے نبی علیہ السلام کی سکھلائی ہوئی دعائیں پڑھ لے اور صبح بر وقت اٹھے اور اس حال میں اٹھے کہ موت مجازی سے دوبارہ زندگی عطا فرمانے والے کی حمد و ثنا کرتے ہوئے اٹھے تو اس کا یہ سونا بھی محض سونا نہیں ہوگا بلکہ اس میں بھی برکات شامل ہوں گی اور خدا کی رضا نصیب ہوگی کیونکہ اس نے سوتے جاگتے اسوۂ نبی کو نظروں کے سامنے رکھا۔

الغرض ہدایات ربانی کو اپنا کر ہم خالق حقیقی کا قرب اور اس کی یاد کی لذت حاصل کر سکتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اپنی



مسلمان کا مرنا جینا

صرف

دینِ حق کی سربلندی کی خاطر ہونا چاہیئے!

جانشین شیخ التفسیر حضرت مولانا عبید اللہ انور دامت برکاتہم

الحمد للہ وکفیٰ وسلامٌ علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ لاسیما علیٰ رسولہ المجتبیٰ وعلیٰ آلہٖ واصحابہٖ ومن بعدہ مقتدیٰ ——— امّا بعد

اعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم ، بسم اللہ الرّحمٰن الرّحیم :—

قُلْ اِنَّ صَلَاتِیْ وَنُسُکِیْ وَمَحْیَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ۝ لَاشَرِیْکَ لَہٗ وَبِذٰلِکَ اُمِرْتُ وَاَنَا اَوَّلُ الْمُسْلِمِیْنَ ۝

محترم حضرات! سورۃ انعام کے بیسویں رکوع کی آٹھویں آیت کا ترجمہ یہ ہے کہ :

(اے پیغمبر برحق) آپ کہہ دیجئے کہ میری نماز اور میری قربانی اور میرا مرنا اور جینا اللہ ہی کے لیے ہے جو پالنے والا ہے سارے جہان کا۔ کوئی نہیں شریک اس کا اور یہی مجھ کو حکم ہوا اور میں سب سے پہلے فرمانبردار ہوں۔

ترجمہ سے آپ نے معلوم کر لیا ہوگا کہ ان آیات میں اللہ تعالےٰ نے ایک مومن حقیقی کی موت وحیات اور اس کے تمام افعال و اعمال کی غرض و غایت بتلائی ہے۔ کہ اس کا مرنا جینا اور اس کے اعمال و افعال صرف اور صرف اللہ تبارک وتعالیٰ کی رضا و خوشنودی کی خاطر وقف ہونا چاہیے۔ زندگی کے ایک لمحہ کا کوئی عمل بھی ایسا نہ ہو جس میں اللہ کے سوا کسی دوسرے کی رضا مطلوب ہو بلکہ اس کا تصور تک بھی ذہن انسانی میں نہ آنا چاہیئے۔

اس معاملہ میں احتیاط کا اس حد تک لحاظ رکھا گیا کہ جناب نبی کریم علیہ السلام نے "ریا" کو بھی شرک قرار دیا۔ کہ اس میں انسان اپنے نیک اعمال دوسروں کو دکھانے کا متمنی ہوتا ہے اور اس طرح اللہ کے سوا دوسروں سے کسی مفاد یا کم ازکم واہ واہ کی توقع رکھتا ہے۔

مفسرین نے سورۂ یوسف کے بارھویں رکوع کی دوسری آیت کے ضمن میں بالتصریح لکھا ہے کہ ریا اور ہوا پرستی سے توحید کے چشمہ صافی کو گدلا کرنے والے بھی ایک طرح مشرکین کے زمرہ میں شامل ہیں —— (اعاذنا اللہ تعالےٰ)

الغرض عرض یہ کر رہا تھا کہ انسان کے احساسات جذبات اتنے بلند تر ہونے چاہئیں کہ مالک و خالق حقیقی کے سوا نہ کوئی اس کے پیش نظر ہو اور نہ ہی کسی کی خوشی و ناخوشی کی اسے پرواہ ہو۔ یہی وجہ ہے کہ اس آیت کریمہ سے متعلق مفسرین کا ارشاد ہے کہ

"اس آیت میں توحید و تفویض کے سب سے اونچے مقام کا پتہ دیا گیا ہے۔" (مفسر عثمانی)

اگر کوئی آدمی بظاہر کتنے ہی نیک اعمال کرے لیکن اس کے قلب و نظر میں حضرت حق کے سوا کوئی اور بستا ہو تو یاد رکھیں وہ عذاب جہنم سے محفوظ نہیں رہ سکتا۔ جیسا کہ حدیث پاک میں ایک شہید و سخی اور عامل قرآن کے متعلق

موجود ہے کہ انہیں بارگاہ رب العزت میں لایا جائیگا اللہ تعالیٰ انہیں اپنے انعامات یاد دلائیں گے اور جواباً ان سے شکر گزاری کی کیفیت پوچھیں گے وہ جان و مال کی قربانی اور خدمتِ دین و علم کے ذریعہ اپنے شکر گزار ہونے کا اظہار کریں گے لیکن دلوں کے بھید جاننے والا فرمائے گا کہ یہ سب کچھ اس لیے تھا کہ تم دنیا کی واہ واہ کے مستحق ہو جاؤ۔ سو ایسا تو ہو گیا۔ اب تمہارا ٹھکانہ جہنم ہے۔ آپ اندازہ لگائیں کہ جان قربان کر دی، مال خرچ کیا اور وعظ تقریریں کیں۔ طلبہ کو پڑھایا لیکن بدنیتی لے ڈوبی (خدا بچائے) اس لیے میں نے آیت کریمہ کی روشنی میں عرض کیا کہ مسلمان کے لمحات زندگی کا مصرف بھی یہ ہو کہ رب العالمین راضی ہو جائیں۔ اور موت آئے تب بھی اسی حال میں۔ کسی چھوٹے بڑے عمل کی توفیق ہو تو وہ بھی اسی غرض سے کیا جائے کہ میرا مالک راضی و خوش ہو جائے۔ یہ ہے حقیقی معنوں میں ایمان اور یہ ہے حقیقی توحید! کوئی خوف و لالچ، حرص و ڈر مومن کی راہ کا روڑا نہ بننے پائے اور وہ پورے عزم و استقلال کے ساتھ پیغمبر علیہ السلام کی بتلائی ہوئی شاہراہ اعظم پر چلتا جائے۔ حتیٰ کہ اس راہ میں موت آ جائے تب بھی گریز نہ کرے بلکہ اپنے آپ کو خوش قسمت و سعادت مند سمجھے۔

حقیقت میں دیکھا جائے تو وہی لوگ نیک بخت اور سعادت مند ہیں جنہیں قدرت نے حسن عمل کی توفیق فرما دی۔ کیونکہ یہ توفیق بھی تو انہی کے فیض کرم کا صدقہ ہے وہ نہ چاہیں تو نیکی کے لیے ایک قدم نہ اٹھ سکے ۔

میری طلب بھی اسی کے کرم کا صدقہ ہے
یہ قدم اٹھتے نہیں اٹھائے جاتے ہیں!

مرحوم شاہ فیصل جن کے بدکردار بھتیجے کو ان کے قتل کے جرم میں ابھی دو روز پہلے سزا دی گئی۔ اس کے احمقانہ خیالات آپ لوگوں نے اخبارات میں پڑھ لیے ہوں گے کہ جب جرم ثابت ہو گیا اور اسے سوئے مقتل لے جایا گیا تو اس نے وہاں بھی کہا کہ میں نے اپنے چچا کو اس لیے قتل کیا کہ وہ دنیا میں اسلام پھیلانے کے متمنی تھے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ یہ بدبخت شہزادہ جس پر شاہ مرحوم کے بڑے احسانات تھے اتنا محسن کش ثابت ہوا کہ وہ انہی کی جان کے درپے ہو گیا۔ اور ہوا کیوں؟ اس لیے کہ دنیا میں اسلام پھیلانے کے جذبات اور اس سلسلہ میں ان کی جدوجہد اور کوشش اس کو ناپسند تھی۔

بہرحال وہ نامراد اپنے کیے کی سزا بھگت چکا۔ لیکن شاہ مرحوم کتنے سعادت مند ہیں کہ جیتے جی حرمین شریفین کی خدمت کا شرف انہیں حاصل رہا۔ اللہ کے گھر اور نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے روضہ مبارک کی زیارت کرنے والے مسافروں کی آسائش و آرام کا انہیں ہر وقت خیال رہا اور اس سلسلہ میں انہوں نے سرمایہ خرچ کرنے میں دریغ نہیں کیا۔ اس کے علاوہ دنیا میں جہاں کہیں اہل اسلام پر انہیں آفت نازل ہوتی نظر آئی وہ آگے بڑھے اور ان کو سنبھالا دیا۔ پھر اس پر کسی صلہ و ستائش کی تمنا تھی نہ پرواہ۔

اور جب موت آئی تو اس طرح کہ ان کی یہی اسلام دوستی ان کا سب سے بڑا جرم بن گئی۔ تاہم یقین ہے کہ وہ تو کامیاب ہو گئے کیونکہ ان کے سامنے ایک مومن کا مشن تھا انہوں نے حتی المقدور اسے نبھایا۔ باقی جن کی نظر میں وہ مجرم تھے وہ خود اپنے کیے کا خمیازہ بھگت رہے ہیں۔ اسی طرح تاریخ اسلام کے مختلف ادوار میں اس قسم کے سعادت مندوں کی داستان بکھری پڑی ہے جنہوں نے مقصد زندگی کو سمجھا اور پھر اپنا سب کچھ اس مقصد پر نچھاور کر دیا۔

اس سلسلہ کی سب سے پہلی کڑی حضرات صحابہ کرام علیہم الرضوان ہیں جو جماعت انبیاء کے بعد اللہ کی اس دھرتی پر یقیناً سب سے افضل و اعلیٰ

ہیں خدا نے انہیں اپنی جماعت کہا۔ اپنے آخری نبی کی رفاقت کے لیے انہیں چنا اور چار دانگ عالم میں دین کی تشہیر و اشاعت کا بلند ترین کام ان سے لیا۔

ان حضرات نے اپنا سب کچھ قربان کر دیا۔ لیکن مقصد سے انحراف نہیں کیا۔ تنہا حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ہی لیجئے انہوں نے اپنی بے پناہ دولت اسلام و اہل اسلام کی سربلندی کے لیے خرچ کر دی۔ حتیٰ کہ آخری وقت میں مظلومی کے عالم میں شہید ہوگئے جب کہ آپ دنیا کے ایک بڑے حصہ کی بلا شرکت غیرے فرمانروا تھے لاکھوں فدائیین آپ کو بچانے کے لیے اپنی زندگی قربان کر دینے کے آرزومند تھے لیکن پیغمبر اقدس علیہ السلام کے اس باحیا اور جلیل المرتبت یار و داماد نے اپنی زندگی کی خاطر ملت میں خانہ جنگی کی اجازت نہیں دی۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

اس کے بعد تاریخ کا ایک ایک ورق الٹیں آپ کو بلا تشابہ محبت کی اتنی بڑی تعداد ملے گی کہ جنہوں نے ان صلاتی ونسکی ومحیای ومماتی للہ کا مفہوم صحیح طریق سے سمجھا اور اس پر عمل پیرا ہوئے۔

بعد کے ادوار میں حضرت شاہ ولی اللہ قدس سرہٗ اور ان کا خاندان نیز بعد میں ان کی معنوی اولاد اکابرین دیوبند کثر اللہ سوادھم اس قرآنی رمز کے حقیقی رمز شناس ثابت ہوئے اور جس وقت جس انداز سے اسلام نے قربانی کا تقاضہ کیا انہوں نے اس تقاضہ کو پورا کیا۔

حضرت شاہ صاحب علیہ الرحمۃ نے سب سے پہلے تو دنیا کے بدلے ہوئے حالات کو سمجھا اور آنے والے وقت میں زندگی کے مختلف شعبوں میں جو تبدیلیاں متوقع تھیں ان کا شافی حل پیش کیا۔

کمیونزم کا علمبردار کارل مارکس ابھی دنیا میں نہیں آیا تھا کہ اس مفکر اسلام اور حکیم الامت نے اسلام کے نظام عدل و احسان کو پوری تر و تازگی کے ساتھ دنیا کے سامنے رکھا۔ اور یہی پُربہار نظام حیات جب روس کی خدا بیزار قیادت کے سامنے مولانا سندھیؒ نے رکھا تو وہ عش عش کر اٹھے لیکن مشکل یہ پیش کی کہ جتنا خون بہانا تھا وہ بہہ چکا اور یہ کہ اس نظام کا ہمیں پہلے سے پتہ ہوتا تو ایک قطرہ خون کے بغیر سارے مسائل حل ہوتے۔ حضرت شاہ صاحب نے سیاسی اعتبار سے بھی حالات کو جانچا۔ احمد شاہ ابدالی کو دعوت دی اور پھر ایک مستقل تحریک جہاد کی نیو ڈال گئے۔ جس کو بعد میں آپ کے خلف الرشید حضرت شاہ عبدالعزیز قدس سرہٗ نے خون جگر سے سینچا اور سید احمد شہید و شاہ اسمٰعیل علیہما الرحمۃ نے جان کی قربانی دے کر اسلامیت کے حسن میں اضافہ کیا۔

اس کے بعد ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی میں اس خاندان کے وارثوں کی دلیرانہ اور مجاہدانہ کوششیں، شاملی کے معرکے، پہلی اور دوسری جنگ عظیم میں جبری بھرتی کے خلاف مورچہ بندی اور سیاست کے نئے انداز میں آزادی و حریت کے لیے طویل اور صبر آزما قید و بند کی صعوبتیں، مدارس و مساجد کے ذریعہ مسلمان کے دین و ایمان کی حفاظت کا سامان یہ سب للہ رب العالمین کی رمز شناسی نہیں تو اور کیا ہے؟

بدقسمتی سے نام نہاد مسلمانوں کا ایک ٹولہ پہلے دن سے ان اکابرین ملت کے خلاف زبان طعن دراز کر رہا ہے اور آج تک بند نہیں ہوئی۔ کبھی ان بزرگوں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین کرنے والا کہا جاتا ہے۔ معاذ اللہ، تو کبھی اولیاء امت کا دشمن گردانا جاتا ہے اور لطف کی بات یہ ہے کہ خود اپنے منہ میاں مٹھو بننا کے مصداق نظام مصطفیٰ کے نفاذ کی باتیں ہوتی ہیں۔

یعنی جو کئی صدیوں سے اسلامی عظمت کی خاطر خون بہا رہے ہیں۔ وہ تو پیغمبر اسلامؐ اور کبار امت کے دشمن ہوگئے اور جن کی تاریخ قربانی، ایثار کے باب سے یکسر خالی ہے وہ مدعی؟ فیا للعجب۔

بہرحال سورج کے منہ پہ تھوکنے سے سورج کا

(باقی صفحہ ۲۱ پر)

دینی مدارس اور سیاسی تربیت

زاہد الراشدی

گذشتہ دنوں حکومت پاکستان کی طرف سے دینی مدارس کو قومی تحویل میں لینے کی تجویز سامنے آئی تھی جس پر دینی حلقوں کی طرف سے شدید ردِ عمل کا اظہار کیا گیا۔ اور ملتان میں تمام مکاتب فکر کے مدارس کے نمائندوں کے اجلاس میں مدارس کے تحفظ کے لئے "اتحاد المدارس العربیۃ" قائم کر کے اسلامی علوم کے ان مراکز کی آزادی اور تقدس کو ہر قیمت پر بچانے کا عزم کیا گیا تھا۔ اس کے بعد حکومت کی طرف سے اس تجویز کی ایک مبہم سی تردید بھی شائع ہوئی تھی لیکن اس تردید نے اور زیادہ شکوک و شبہات کو جنم دیا۔

گذشتہ روز لاہور میں جمعیۃ علماء اسلام کی مرکزی جنرل کونسل کے اجلاس سے خطاب کرتے ہوئے قائد جمعیۃ علماء اسلام حضرت مولانا مفتی محمود مدظلہ نے بھی اس خدشہ کا اظہار کیا کہ حکومت دینی مدارس کو قومی تحویل میں لینے کے مسئلے پر دینی حلقوں کے شدید ردِ عمل کی وجہ سے خاموش ہے۔ اور موقع کی تاڑ میں ہے۔ کیونکہ بھٹو صاحب کا "طریق واردات" یہ ہے کہ وہ جو کام کرنا چاہتے ہیں اس کے معاملہ میں عوام کا ردِ عمل معلوم کرنے کے لئے پہلے شوشہ چھوڑتے ہیں۔ اور اگر ردِ عمل مخالف اور سخت ہو تو وقتی طور پر خاموش ہو جاتے ہیں۔ اور موقع کی تلاش میں رہتے ہیں پھر جب بھی ان کو موقع ملتا ہے وار کر دیتے ہیں۔

مفتی صاحب کے اس خدشہ کی تائید وفاقی وزیر امور مذہبی جناب کوثر نیازی کی بنوں میں کی گئی اس تقریر سے بھی ہوتی ہے۔ جس میں انہوں نے دینی مدارس کے خلاف درج ذیل چارج شیٹ لگاتے ہوئے ان کے خلاف اقدام و محاسبہ کا اعلان کیا ہے۔ نیازی صاحب کا کہنا ہے کہ

۱۔ دینی مدارس کے حسابات میں گڑ بڑ ہے۔

۲۔ بعض مدارس صرف آمدنی کی غرض سے قائم ہیں اور

۳۔ ان مدارس میں سیاست کی تربیت دی جاتی ہے۔

اس لئے مدارس کے حسابات کی چیکنگ کے لئے کمیٹی قائم کی جائے گی۔ اور مدارس کو سیاست کے اکھاڑے نہیں بننے دیا جائیگا۔

نیازی صاحب کے اس اعلان کا واضح مطلب یہ ہے کہ دینی مدارس کو سرکاری تحویل میں لینے کی تجویز حکمران پارٹی کے ذہن میں اب بھی موجود ہے۔ اس سلسلہ میں جو وضاحت کی گئی تھی وہ وقتی مصلحت پر مبنی تھی۔ اور حکومت دینی مدارس پر شبخون مارنے کے لئے کسی موزوں موقع اور بہانے کی تلاش میں ہے۔ قطع نظر اس سے کہ حکومت کے عزائم کے اس تازہ اظہار کے بعد "اتحاد المدارس العربیۃ" کیا اقدام کرتی ہے اور دینی مدارس کو افسر شاہی کی دستبرد سے بچانے کے لئے کیا لائحہ عمل اختیار کیا جاتا ہے۔ ہم کوثر نیازی صاحب کی عائد کردہ چارج شیٹ کا مختصر جائزہ لینا چاہتے ہیں۔

جہاں تک مدارس کے حسابات میں گڑ بڑ کے الزام کا تعلق ہے ہم اسے ایک اصول کے طور پر تسلیم کرنے کے لئے تیار نہیں کیونکہ بیشتر دینی مدارس اپنے حسابات باقاعدہ آڈٹ کرا کے ہر سال شائع کرتے ہیں اور عوام کے مالی تعاون کا ان مدارس کو مسلسل حاصل رہنا خصوصاً ان مدارس کے ماحول سے تعلق رکھنے والے افراد اور مدارس میں روز مرہ آمد و رفت رکھنے والے اشخاص کا ان مدارس کے ساتھ مسلسل معاونت اس امر کا واضح ثبوت ہے کہ عوام کو دینی مدارس کے حسابات پر اعتماد ہے ورنہ حسابات میں گڑ بڑ کوئی ڈھکی چھپی رہنے والی بات نہیں۔ اور ایسی صورت میں مدارس کو کم از کم اپنے ماحول اور ارد گرد کے افراد کا اعتماد کسی صورت میں حاصل نہیں رہ سکتا۔ علاوہ ازیں ۱۹۵۸ء کے فوجی انقلاب کے بعد بھی متعدد مدارس کے حسابات مارشل لاء انتظامیہ کی طرف سے چیک کرائے گئے تھے۔ ان کی رپورٹ سرکاری ریکارڈ میں دیکھ کر اس الزام کی صداقت

معلوم کی جاسکتی ہے۔

ہاں بعض مقامات میں کچھ خود غرض افراد جنہوں نے ذاتی اغراض اور منافع خوری کے لیئے دینی مدارس کا ڈھونگ رچا رکھا ہے ان کے حسابات میں گڑ بڑ سے انکار نہیں کیا جاسکتا ہے۔ اور ایسے افراد اور ادارے یقیناً دینی مدارس کی بدنامی کا باعث بن رہے ہیں۔ اس لئے اگر دینی مدارس کے حسابات کو چیک کرنے کا کوئی معقول اور مناسب طریقِ کار کو اختیار کیا جائے تو مدارس کو اس سے انکار نہیں ہو سکتا۔ بلکہ اس لحاظ سے ہم ایسے کسی بھی معقول اقدام کا خیر مقدم کریں گے کہ اس صورت میں مدارس کی بدنامی کا باعث بننے والے خود غرض افراد بے نقاب ہو جائیں گے۔ اور دین کی صحیح خدمت کرنے والے ادارے زیادہ اعتماد کے ساتھ اپنا فرض سرانجام دے سکیں گے۔ لیکن ایک امر کی طرف توجہ دلانا ہم ضروری سمجھتے ہیں کہ دینی مدارس کے حسابات کی چیکنگ میں یہ بات بھی مدِ نظر رہنی چاہیئے کہ عوام دینی مدارس پر جو رقم خرچ کرتے ہیں اور دینی مدارس کے نظام سے جو افراد فارغ ہو کر مختلف شعبوں میں کام کرتے ہیں۔ ان پر خرچ ہونے والی رقم کا فی کس اوسط نکال کر حکومت کی تحویل میں چلنے والے عصری مدارس کے فی کس اوسط سے موازنہ کیا جائے۔ نیز عصری کالج و یونیورسٹیوں سے فارغ ہونے والے افراد جن شعبوں میں جاتے ہیں۔ ان کی کارکردگی کو سامنے رکھ کر دینی مدارس سے فارغ ہونے والے افراد کی کارکردگی سے اس کا مجموعی تقابل کیا جائے کیونکہ اس صورت میں یہ بات واضح ہو سکے گی۔ کہ حکومت کی تحویل میں چلنے والے عصری مدارس کے تربیت یافتہ افراد قوم کی خرچ کی ہوئی رقم کا حق ادا کر کے قوم کی بہتر خدمت کر رہے ہیں۔ یا یہ شرف دینی مدارس کے فضلاء کو حاصل ہے۔

باقی رہا یہ مسئلہ کہ مدارس میں سیاست کی تربیت دی جاتی ہے تو ہمیں اس حقیقت کو قبول کرنے سے انکار نہیں کیونکہ یہ بات مدارس دینیہ کے فرائض میں سے ہے۔ اسلامی مدارس جس دین کی حفاظت کی ذمہ داری قبول کئے ہوئے ہیں وہ صرف عبادات یا اخلاق سے عبارت نہیں بلکہ مسلم معاشرہ میں ظلم و جبر کا خاتمہ نظام عدل و انصاف کا قیام مظلوم کی حمایت اور ظالم و جابر کے خلاف جدوجہد بھی اس دین کے بنیادی مقاصد میں سے ہے۔ اور اس بنیاد سے صرف نظر کر کے دین اسلام کی صحیح خدمت کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا۔ بلکہ ہمارے نقطہ نظر سے تو وہ مدارس بھی غلطی پر ہیں جو اپنے طلبہ کو صرف عبادات و اخلاق کے دائرہ میں محدود کر کے ظلم و جبر اور کفر و الحاد کے خلاف جدوجہد کے جذبہ سے نا آشنا رکھتے ہیں کیونکہ صرف عبادات و اخلاق کو دین سمجھنا اور معاشرہ کی عملی اصلاح ظلم و جبر کے خلاف جدوجہد اور عدل و انصاف کے قیام سے صرف نظر کرنا دین کے تصور کو ادھورا رکھنے کے مترادف ہے۔ اور ہم ایک لمحہ کے لیئے بھی ایسے ناقص نامکمل اور ادھورے دین کو قبول کرنے کے لئے تیار نہیں۔ ہم اس سلسلہ میں ایک اور حقیقت کی طرف بھی کوثر نیازی صاحب کو متوجہ کرنا چاہتے ہیں۔ کہ انہی مدارس نے برصغیر میں حریت فکر و عمل کی آبیاری کی تھی جس کے نتیجہ میں ملک آزاد ہوا۔ اور آج کوثر صاحب وزارت کی کرسی پر متمکن ہیں۔ اگر حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ۔ حافظ ضامن شہیدؒ۔ مولانا محمد قاسم نانوتویؒ۔ مولانا رشید احمد گنگوہیؒ۔ شیخ الہند مولانا محمود الحسنؒ۔ مولانا عبید اللہ سندھیؒ مولانا حسین احمد مدنیؒ۔ مفتی کفایت اللہؒ۔ مولانا حفظ الرحمان سیوہارویؒ۔ مولانا احمد علی لاہوریؒ۔ مولانا غلام محمد دین پوریؒ مولانا تاج محمود امروٹیؒ۔ مولانا عبدالرحیم پوپلزئیؒ۔ مولانا سید گل بادشاہؒ۔ مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ۔ علامہ شبیر احمد عثمانیؒ اور دیگر دینی مدارس کے تربیت یافتہ علماء اگر ظلم و جبر کی فرنگی قوت کے خلاف نبرد آزما نہ ہوتے تو کیا پاکستان قائم ہوتا؟ اور کیا آج کوثر نیازی صاحب کو وزارت کی کرسی نصیب ہوتی؟

حقیقت یہ ہے کہ ان مدارس کی مساعی سے ہی ملک آزاد ہوا۔ اور اب بھی انہی مدارس کے تربیت یافتہ علماء ملک میں فرنگی نظام کو شکست دے کر اسلام کے عادلانہ نظام کی بنیاد رکھیں گے۔ اگر آپ ملک کو صحیح معنوں میں اسلامی بنانا چاہتے ہیں۔ تو مدارس کے اس عظیم کردار کو باقی رکھنا ہوگا۔ ورنہ پاکستان میں آزادی اسلام اور عدل و انصاف کا تصور بھی ناممکن ہو جائے گا۔ یہی وجہ ہے کہ آج سامراجی نظام ان مدارس کے وجود کو اپنے لیئے سب سے بڑا چیلنج سمجھ کر ان پر شبخون مارنا چاہتا ہے۔ اور ہم کوثر نیازی صاحب سے یہ عرض کرنا ضروری سمجھتے ہیں کہ وہ سامراجی نظام کا آلہ کار بننے کی بجائے دینی مدارس کے نظام ان کی آزادی اور تقدس کے تحفظ کی جنگ لڑیں کیونکہ ملک و قوم کی سلامتی کی راہ یہی ہے۔



نیپ کے خلاف ریفرنس اور قائد جمعیۃ

قائد جمعیۃ علماء اسلام حضرت مولانا مفتی محمود مدظلہٗ نے جمعیۃ کے قانونی مشیر قاضی محمد سلیم ایڈووکیٹ کے ذریعہ سپریم کورٹ سے درخواست کی ہے کہ انہیں نیپ کے خلاف ریفرنس کے سلسلہ میں فریق مقدمہ بنایا جائے۔

یاد رہے کہ نیپ کے خلاف ریفرنس پر سپریم کورٹ میں تقریر کرتے ہوئے اٹارنی جنرل نے مولانا مفتی محمود پر ان کے دورِ وزارت کے سلسلہ میں متعدد بے جا الزامات عائد کئے ہیں جن کے پیشِ نظر مفتی صاحب نے مذکورہ درخواست دائر کی ہے۔ اس درخواست کی سماعت ۳۰ رجون کو فل کورٹ کے سامنے ہوگی۔

جمعیۃ علماء اسلام حلقہ مصطفیٰ آباد (دھرمپورہ)

کے زیرِ اہتمام

نظامِ شریعت کانفرنس

۴، ۵ر جولائی ۱۹۷۵ء بروز جمعہ ہفتہ منعقد ہوگی

امیر پنجاب حضرت مولانا عبید اللہ انور صدارت فرمائیں گے

جبکہ

مولانا محمد اجمل، مولانا سعید احمد رائے پوری، قاری نور الحق قریشی محمد سعید الرحمٰن علوی، زاہد الراشدی اور میاں محمد عارف طالبعلم رہنما وغیرہ خطاب کریں گے۔

(صدر استقبالیہ)

مولانا چنیوٹی کی ضمانت منظور

لاہور ہائی کورٹ کے چیف سردار محمد اقبال نے جمعیۃ علماء اسلام کے راہنما مولانا منظور احمد چنیوٹی کی ضمانت منظور کرلی ہے۔ چیف جسٹس نے اپنے حکم میں مقدمات کے سلسلہ میں پولیس کی کارکردگی پر نکتہ چینی کرتے ہوئے کہا ہے کہ پولیس مقدمات کو صحیح طور پر پیش کرنے میں ناکام ہوچکی ہے۔ چیف جسٹس کے ریمارکس اور مولانا چنیوٹی کا حلفیہ بیان آئندہ شمارہ میں ملاحظہ فرمائیں۔

(ادارہ)

حضرت قائد جمعیۃ کی صحت سے متعلق!

گزشتہ ہفتہ اخبارات میں قائد جمعیۃ مفکر اسلام حضرت مفتی محمود صاحب زید مجدہم کی علالت سے متعلق انتہائی تشویشناک خبریں آئیں جس سے ملک بھر میں بے چینی کی ایک لہر دوڑ گئی۔

اس صورت حال کے پیشِ نظر راولپنڈی سی، ایم، ایچ کے سپیشل وارڈ میں حضرت قائد محترم کے کمرہ کا فون اتنا مصروف ہوگیا کہ الامان!

ملک کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک بزرگ، احباب اور ساتھی خیریت کے لیے صبح و شام فون کر رہے تھے۔ ساتھ ہی دور دراز علاقوں سے بزرگوں، دوستوں، بہی خواہوں اور مداحوں کی ایک بڑی تعداد نے راولپنڈی پہنچنا شروع کر دیا۔ امیر مرکزیہ حضرت درخواستی تشریف لے گئے۔ حضرت مولانا خان محمد کندیاں، مولانا عبدالکریم کلاچی، نوابزادہ نصراللہ، چوہدری ظہور الٰہی، ملک محمد قاسم، قاضی محمد سلیم، مولانا محمد رمضان میانوالی مولانا زاہد الراشدی اور دیگر حضرات گئے۔ قائد محترم نے سب کو تسلی دی۔ آمد و رفت کا سلسلہ تاہنوز جاری ہے۔

احقر بھی برادرم سید رضی الحسن خاور کے ہمراہ گیا۔ علوم ہوا شوگر کا شدید حملہ تھا۔ کثرتِ کار، سفر، تھکاوٹ ایسی چیزوں نے اور مشکل کر دی اور جب آپ قومی کنونشن اور جمعیۃ کی مجلس عمومی کے اجلاس سے فارغ ہوکر اسلام آباد گئے تو رواۃ سے نئی سڑک پر ہوگئے۔ راستہ میں ایک آدمی نظر آیا۔ خون میں لت پت کراہ رہا تھا۔ اسے گاڑی میں ڈالا، ہسپتال داخل کیا۔ انسانیت کے غم میں گھلنے والی جوانی اس صدمہ سے متاثر ہوئی اور شدید!

بہرحال قدرت نے رحم کیا، چہرے کی بشاشت، اخلاق کی بلندی آنے جانے والوں سے ہنسی خوشی ملنا آپ کا طرۂ امتیاز ہے ــــ بزرگوں، دوستوں، بہی خواہوں اور عقیدت مند دلوں سے شفاء کاملہ عاجلہ کے لیے دعا کی درخواست ہے۔

محمد سعید الرحمٰن علوی
رکن ادارہ خدام الدین

قسط (۳)

علماء اور حکومت

مولانا سعید احمد اکبرآبادی ایم اے

دلی سلطنت میں قضا کے عہدہ کے علاوہ ایک عہدہ شیخ الاسلام کا بھی ہوتا تھا جس پر ہمیشہ نامی گرامی علما ہی متمکن کئے جاتے تھے اور اس راہ سے بھی امور حکومت و سلطنت کی انجام دہی میں علما کے مشورہ اور ان کی رائے سے فائدہ حاصل کیا جاتا تھا خلیق احمد صاحب نظامی نے اپنی کتاب DURING EMOS ASPECTS AND POLITICS IN INDIA THITEENTH CENTURY OF RELIGION میں ایک پورا باب مستقلاً علما کے عنوان سے لکھا ہے اور اس میں بڑی تفصیل سے یہ بتایا ہے کہ حکومت کے ساتھ علما کا کیا تعلق ہوتا تھا اور حکومت ان کے علم و فضل سے کس طرح استفادہ کرتی تھی اسی باب میں موصوف نے ادھر ادھر سے جمع کر کے قاضیوں کی جو طویل فہرست دی ہے اس میں پچیس علما کے نام گنائے ہیں اور دور کیوں جائیے۔ خود ہمارے ہاں دیکھ لیجئے۔ بھارت کی سیکولر جمہوری حکومت کا مرکزی وزیر تعلیم سب سے پہلے جو ہوا غیر منقسم ہندوستان کا ایک بلند پایہ عالم اور مشہور مفسر قرآن ہوا اور اس نے کس فہم و تدبر اور فراست و دور اندیشی سے ملک کی سب سے بڑی سیاسی جماعت کی رہنمائی کی اور صدارت کے فرائض کو کس لیاقت اور قابلیت سے انجام دیا حکومت کا بڑے سے بڑا آدمی اس کا اقرار کرتا اور اس کے لئے سراپا مدح و ستائش ہے

اس مختصر روداد سے یہ ثابت ہو جاتا ہے کہ آپ کا یہ دعویٰ صحیح نہیں ہے کہ حکومت علماء کے ہاتھ میں نہیں رہی اور وہ حکومت کے قابل نہ بن سکے مذکورہ بالا تنقیحات میں سے نمبر اول سے لے کر نمبر ۴ تک سب کی تردید ہو جاتی ہے۔ یہ ان علماء کا حال تھا جو قضا وزارت سفارت اور اسی قسم کے دوسرے اعلیٰ اور ذمہ دارانہ عہدے قبول کرتے تھے اور اس طرح حکومت کی مشنری کے کل پرزے بن کر اسکے چلانے میں مدد کرتے تھے۔

اب رہے وہ علما جو ایک گوشے میں بیٹھے ہوئے درس و تدریس، وعظ و ارشاد تصنیف و تالیف یا روحانی تصفیہ و تزکیہ کا کام کرتے رہتے تھے اور حکومت کے کاروبار سے کوئی سروکار نہیں رکھتے تھے اگر آپ کو شکایت جو کچھ بھی ہے وہ ان علما سے ہے تو واضح رہنا چاہیئے کہ ان علماء کی حیثیت اسلامی سماج میں وہی تھی جو آج کل یونیورسٹی کے اساتذہ کی، مجالس قانون ساز کے ممبروں کی اور سماجی فلاح و بہبود کا کام کرنے والوں کی ہوتی ہے یہ لوگ حکومت سے براہ راست متعلق نہیں ہوتے لیکن دراصل حکومتیں چلتی انہی کے سہارے اور مدد سے ہیں۔ اگر علماء درس کا کام نہ کرتے تو حکومت کیلئے تعلیمیافتہ اور لائق و قابل اہلکار کہاں سے ملتے ہے اگر یہ احکام شریعت کی توضیح نہ کرتے تو حکومتوں کو آئے دن جو قانونی معاملات و مسائل پیش آتے رہتے تھے۔ ان کا حل کون بتاتا، اگر یہ علماء وعظ و ارشاد اور روحانی تزکیہ کے ذریعہ لوگوں کے اعمال و اخلاق کی اصلاح نہ کرتے تو حکومتوں کو اچھے اور نیک شہری کہاں نصیب ہوتے۔ آپ فرماتے ہیں علماء کو حکمرانوں کے ساتھ خدا واسطے کا بیر تھا جو ہیچ مقداری کی روشن مثال ہے۔

(۳) لیکن درحقیقت ان علماء کی شان ہی کچھ اور تھی۔ ان کی سادہ قناعت پسندانہ اور بے لوث و بے غرض زندگی کا عجیب و غریب اور نہایت موثر نقشہ مولانا شبلی نے ایک ترکیب بند میں کھینچا ہے چند اشعار آپ بھی سنتے چلیئے، فرماتے ہیں:

اگر پرسی چہ کسانیم چہ ساماں داریم — آنچہ با ہیچ نیرزد بجہان آں داریم

ما نہ آنیم کہ وہیم سکندر طلبیم — ما نہ آنیم کہ اورنگ سلیمان داریم

ما نہ آنیم کہ بہ شیوہ ارباب حشم — ردی درا بے بدر دولت سلطان آریم

ما نہ آنیم کہ با حاجب و درباں باشیم
ما نہ آنیم کہ بام و درِ ایوان داریم
خاکسارانِ جہانیم و نہ اسبابِ جہاں
بوریائیست کہ در کلبۂ احزاں داریم
جز نئے خامہ و اوراقِ پریشان نہ بود
بیش و کم آنچہ بہ پیدا و بہ پنہاں داریم

اس فقر و درویشی قناعت گزینی اور حکومت سے بے تعلقی کے باوجود جو اضطراری نہیں اختیاری تھی اور جو علم شریعت و دین کو حکومت کے اثرات سے آزاد رکھنے کی غرض سے تھی ان حضرات کا حال یہ تھا کہ سلاطین اور وزراء و امراء کے دلوں پر حکومت کرتے تھے اور بڑے بڑے بادشاہ ان کی حکومت میں حاضر ہونے کو اپنے لئے سرمایۂ فخر و مباہات سمجھتے تھے ہارون رشید جس نے محض امام مالک سے سماعِ حدیث کے لئے مدینہ کا سفر کیا تھا اس نے ایک مرتبہ ایک نابینا عالم ابو معاویہ حزیر کی دعوت کی تو خود آفتابہ لے کر ان کے ہاتھوں پر پانی ڈالا سلطان نور الدین زنگی اور سلطان صلاح الدین ایوبی کس جاہ و جلال کے فرمانبردار تھے کہ صلیبی طاقتیں ان کے نام سے لرزتی تھیں اس کے باوجود یہ دونوں حافظ ابن عساکر جنہوں نے تاریخ دمشق ۸۰ جلدوں میں لکھی ہے ان کے درسِ حدیث میں بڑے ادب و احترام سے شریک ہوتے تھے یہاں تک کہ بعض اوقات استاد کسی بات پر ناراض ہو کر شاگرد کو ڈانٹ بھی دیتے تھے ہندوستان کا فاتح شہاب الدین غوری امام فخر الدین رازی کی مجلسِ وعظ میں ہر جمعہ کو پابندی سے شریک ہوتا تھا اور عجیب بات یہ ہے کہ امام عالی مقام نے ہی ہندوستان کی مہم میں غوری کی مدد اپنی دولت سے کی تھی۔ غیاث الدین بلبن کے متعلق برنی نے لکھا ہے کہ اپنے عہد کے کبار علماء و مشائخ کے مکانوں پر خود حاضر ہوتا اور فتوح پہنچاتا تھا۔ امیر تیمور کی خونخواری سے کون واقف نہیں ہے۔ ایک مرتبہ علامہ سعد الدین تفتازانی نے ایک گستاخی پر قاصد سلطانی کو پٹوا دیا، لوگوں نے امیر تیمور کو اکسایا کہ علامہ کو سزا دے مگر اس نے کہا کہ جس کا قلم ان شہروں کو فتح کر چکا ہے جہاں میری تلوار نہیں پہنچی ۔ میں اس کا کچھ نہیں بگاڑ سکتا۔ واضح رہنا چاہیئے کہ یہ چند استثنائی واقعات نہیں ہیں بلکہ فیروز شاہ تغلق، سکندر لودھی اور پھر شاہانِ مغلیہ میں بابر، ہمایوں، اکبر، جہانگیر، شاہ جہاں اور اورنگ زیب عالمگیر وغیرہم کی زندگیوں میں بھی علماء اور مشائخ کے ساتھ غیر معمولی عقیدت و احترام کے واقعات ملتے ہیں یہ سب کچھ آخر کیوں تھا؟ محض اس لئے کہ سلاطین ان بزرگوں کو جوہرِ انسانیت سمجھتے تھے ۔۔ اس موقع پر سوال ہو سکتا ہے کہ آخر اس کی کیا وجہ ہے کہ علماء کا ایک بڑا طبقہ کاروبارِ حکومت سے الگ تھلگ رہا اور نسبتاً کم افراد نے حکومت سے تعاون کیا اور عہدے اور مناصب قبول کئے؟ جواب یہ ہے کہ جب تک حکومت کے ارکان، شریعت کے پابند رہے اور ان کا نظامِ حکمرانی اسلامی احکام و قوانین کا تابع رہا علماء بحیثیتِ مجموعی امورِ حکومت و مملکت میں دخیل رہے اور انہوں نے ان سے مجتنب رہنا مناسب نہیں جانا۔ لیکن جب صورتِ حال بدلی اور شخصی حکومتوں نے مملکت رانی کے لئے احکامِ شریعت کی پابندی ضروری نہیں سمجھی اور دنیوی اغراض و مقاصد نے ان پر غلبہ حاصل کر لیا تو اب علماء میں دو طبقے ہو گئے ۔۔ ایک بڑے طبقہ کا خیال یہ تھا کہ ملک کی فلاح و بہبود، اور اسلامی معاشرہ کی خیر خواہی کا تقاضا یہ ہے کہ حکومت سے الگ رہ کر اصلاح کی کوشش کی جائے۔ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فرض پورے طور پر اسی وقت سر انجام پا سکتا ہے جبکہ علماء حکومت کے ساتھ تعلق کے اثرات سے آزاد رہیں گے۔ ورنہ اظہارِ کلمہ حق میں بالواسطہ یا بلا واسطہ مداہنت کے پیدا ہونے کا خطرہ ہے علماء میں اکثریت اسی خیال کے حضرات کی تھی، چنانچہ تاریخ و سیر کی کتابوں میں کثرت سے ایسے اقوال ملیں گے جن میں اکابر علماء و مشائخ نے حکومت سے قرب کی مذمت کی ہے ۔ اور حاملینِ شریعت کے لئے اسے ننگ و عار بتایا ہے ۔۔ ابو قلابہؒ مشہور محدث اور عالم ہیں انہوں نے ایک مرتبہ اپنے شاگرد ایوب سختیانی کو تین نصیحتیں کیں ان میں سے ایک نصیحت یہ تھی کہ بادشاہوں کی ڈیوڑھی پر نہ جانا ۔۔ حضرت سفیان ثوریؒ نے ایک دفعہ ارشاد فرمایا ۔۔ جہنم میں ایک غار ہے جس میں صرف بادشاہوں کے مصاحب پھینکے جائیں گے ۔۔ حضرت قتادہؒ کا قول تھا کہ بدترین حاکم وہ ہیں جو علماء سے دور رہتے ہیں اور بدترین علماء وہ ہیں جو حکام سے تقرب رکھتے ہیں ۔۔ اعمشؒ سے ایک بار کسی نے کہا، "حضرت! آپ نے تو علم کو زندہ کر دیا، کتنے بے شمار آدمی ہیں جو آپ سے فیض یاب ہو رہے ہیں" فرمایا، ذرا تعجب کرو، ان لوگوں میں ایک تہائی تو وہ ہیں جو تکمیل سے پہلے ہی مر جائیں گے، دوسری تہائی امراء و حکام کے ہو کر رہ جائیں گے اور یہ لوگ مردوں سے بدتر ہوں گے البتہ صرف ایک تہائی وہ ہوں گے جو کامیابی کا منہ دیکھیں گے (باقی آئندہ)

باربروں اور ہیر ڈریسروں کے کاروبار کو اسلامی نظام میں ڈھالنے کی مہم

مرد ہیر ڈریسروں کا خواتین گاہکوں کے بال سنوارنا غیر شرعی فعل ہے؟

تحریر: اسلام سلیمانی - بی اے

پاکستان دنیا کا واحد ملک ہے جسکا قیام خالصتاً نظریاتی بنیادوں پر عمل میں آیا ہے۔ اور وہ ہے اسلامی نظریۂ حیات۔ برصغیر کے کروڑوں مسلمانوں نے امتحانوں و آزمائشوں اور مصیبتوں و قربانیوں سے بھرپور تاریخ کی یہ طویل، عظیم اور کامیاب جدوجہد صرف اس آرزو اور مقصد کے لئے کی تھی کہ ایک ایسے ملک کی تشکیل عمل میں آئے جہاں مسلمانوں کی اکثریت ہو، جہاں مسلمانوں کا بول بالا ہو۔ جہاں کے مسلمان پوری آزادی اور عقیدت کے ساتھ آقائے دو جہاں سرورِ کائنات خاتم الانبیاء حضرت محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم کے بتائے ہوئے اصولوں اور راستوں پر عمل کر سکیں۔ جہاں اسلامی نظام کی حکمرانی ہو۔ جہاں اسلامی فضا چھائی ہو۔ جہاں کی ہر شے، ہر کام اور ہر کاروبار اسلامی رنگ میں ڈوبا ہوا ہو۔ جہاں کا ہر عوامی شعبہ اسلامی ہدایات پر عمل پیرا ہو۔ الغرض جہاں پوری زندگی، پورا ماحول اور پورا ملک اسلامی سانچے میں ڈھلا ہوا ہو۔

ملک کو بنے ہوئے ۲۸ سال ہو چکے ہیں۔ اس عرصہ میں کتنی ہی حکومتیں بدلیں، کیسے کیسے دور آئے اور کتنے ہی انقلابوں سے دوچار ہونا پڑا۔ لیکن ہم نظریۂ پاکستان، قیام پاکستان اور مقصد پاکستان سے دور بلکہ دور تر ہی ہوتے چلے گئے۔ یوں کہنے اور کہلوانے کو تو ہم نے اپنے وطنِ عزیز کا نام "اسلامی جمہوریہ" رکھ لیا ہے۔ لیکن اگر ایماندارانہ جائزہ لیا جائے، سچی بات کہی جائے اور ضمیر کی آواز سنی جائے تو یہ تلخ اور ناقابلِ تردید حقیقت واضح ہوتی ہے کہ اسلامی نظامِ حکومت اسلامی مساوات، عدل اور معیشت، نیز اسلامی نظریۂ حیات کے نفاذ کی تو ابھی بسم اللہ بھی نہیں ہوئی۔

یہ ملک خود عوام کی کوششوں سے، عوام کی جدوجہد سے اور عوام کی قربانیوں سے وجود میں آیا ہے اس لئے گرم گرم اور گاڑھے گاڑھے خون کی ندیاں بہی ہیں۔ لاتعداد ہنستے کھیلتے سہاگ لٹے ہیں۔ ہماری قابلِ صد تعظیم ماؤں، بہنوں اور بیٹیوں کی معصوم عصمتیں تباہ ہوئی ہیں۔ لاکھوں بسے بسائے گھر اجڑے ہیں، بے شمار نسلوں سے رہتے بستے خاندان برباد ہوئے ہیں اور دو کروڑ مسلمانوں نے اپنے آبائی مکانوں سے ہمیشہ ہمیشہ کے لئے ہجرت قبول کی ہے۔ اس لئے اس اصول امانت کو اس وطن کو اور اس پاک سرزمین کو اسلامی نظام میں ڈھالنے کی ذمہ داری بھی خود عوام ہی کو قبول کرنی چاہیے۔ اگر عوام اپنے اپنے شعبوں و طبقوں میں اپنے اپنے دائرہ کار و دائرہ اختیار میں اسلامی تعلیمات و اصولوں اور قوانین کا نفاذ عمل میں لے آئیں تو یہ مقدس مقصد بہت جلد اور بڑی آسانی سے حاصل ہو سکتا ہے دنیا والوں کے سامنے سربلندی مل سکتی ہے اللہ اور اس کے رسولؐ کے حضور بھی سرخروئی نصیب ہو سکتی ہے۔ پاکستانی باربر برادری اس سلسلہ میں پہل کرنے کی سعادت حاصل کرتے ہوئے علماء کرام سے سرپرستی و رہنمائی کی درخواست کرتی ہے۔ باربروں اور ہیر ڈریسروں کے کاروبار کے دو شعبے ہیں ایک مردوں کی خدمت کے لئے اور دوسرا خواتین کے لئے مخصوص ہے اب تک بہت سے مرد ہیر ڈریسر صاحبان عورتوں کے بال سنوارنے کا کام انجام دیتے رہے ہیں۔ اور دے رہے ہیں۔ بعض حالات میں تو دلہنوں کے سنگھار کا فریضہ بھی مرد ہیر ڈریسر ہی ادا کرتے ہیں۔ حکومت پاکستان سے ہم مؤدبانہ گذارش اور التجا کرتے ہیں

پاکستان نیشنل ہیر ڈریسرز فیڈریشن کے جنرل سیکرٹری جناب اسلام سلیمانی بی۔ اے کا ایک مضمون ہمیں موصول ہوا ہے جسے خدام الدین میں شائع کر سکو کہا گیا ہے چونکہ مضمون میں علماء سے رہنمائی کا ایک پہلو موجود ہے اسلئے ہم تو تبصرہ محفوظ رکھتے ہوئے اسے شائع کر رہے ہیں۔ اور علماء سے گذارش کرتے ہیں کہ فیڈریشن کی واضح رہنمائی فرمائیں البتہ صاحب مضمون اور انکے توسط سے فیڈریشن سے ایک گذارش کرنا ضروری سمجھتے ہیں کہ آپ حکومت سے علماء کا بورڈ بنانے کی درخواست کرنیکی بجائے از خود علماء سے ملیں اور انکی ہدایات پر عمل کریں تو آپکے مخلصانہ جذبات کی بہتر طریق سے تسکین ہو سکے گی اللہ تعالیٰ ہمیں اپنی مرضیات کا پابند بنائے

(ادارہ)

ـب کے ممتاز علماء کی ایک کمیٹی کا تقرر عمل میں لائے جو اس اہم
ـے پر قوم کی رہنمائی کرے کہ آیا مرد ہیئر ڈریسروں کا خواتین گاہکوں
ـبال دھونا اور انہیں گھونگھریالے بنانا ان کے سر میں تیل ڈالنا
ـگھی کرنا۔ ان کی زلفیں کاٹنا بنانا اور سنوارنا ان کے چہرہ اور
ـں کی مالش کرنا ان کے چہرہ کا میک اپ کرنا، ان کے وگ لگانا
ـان کا سنگھار کرنا اسلامی نقطۂ نظر سے جائز ہے؟ اگر یہ غیر شرعی
ـقرار دیا جائے تو بلا تاخیر ایک آرڈی ننس کے ذریعہ مرد
ـڈریسروں کو خواتین گاہکوں کی خدمت کرنے سے قانوناً روک دیا
ـے۔ عورتوں کے کام کے لئے مردوں سے الگ ہیئر ڈریسنگ ادارے
ـہوں۔ ان میں کوئی مرد کارکن نہ ہو۔ یہ شعبہ صرف خواتین ہیئر ڈریسروں
ـلئے مخصوص کر دیا جائے۔

ـخواتین کی خدمات انجام دینے والے ہمارے مرد ہیئر ڈریسر
ـیوں کو جب بھی مستند طور پر یہ معلوم کہ جو کام وہ انجام دیتے
ـوہ شرعاً ناجائز ہے تو وہ خود رضاکارانہ طور پر آئندہ کے لئے اس
ـسے ہمیشہ کے لئے توبہ اور گریز اختیار کریں گے۔ ان کی روزی
ـلئے بھی کوئی مسئلہ کھڑا نہیں ہوگا۔ کیونکہ ان کی لیڈیز ہیئر ڈریسنگ
ـوں کے ساتھ ساتھ مردوں کے کام کے شعبے بھی چل رہے ہیں
ـسے انہیں معقول آمدنی ہو جاتی ہے۔ پھر یہ تمام ہیئر ڈریسر
ـگاہکوں کا کام کرنے کی صلاحیت بھی رکھتے ہیں۔ جہاں تک ان
ـردوں کی خواتین کے بال سنوارنے کے کام میں مہارت اور
ـبہ کا تعلق ہے تو آجکل کی عورتوں جیسے لمبے بال رکھنے والے
ـتین مزاج ہپی نوجوان ان مرد ہیئر ڈریسروں کو کسی بھی قسم کے
ـیان و تفکرات سے واسطہ نہیں ہونے دیں گے۔ بلکہ گنی چنی خواتین
ـوں کے مقابلہ میں ان کے پاس اب بہت زیادہ تعداد میں مرد
ـب آئیں گے۔ اور اسی کام کی عورتوں سے زیادہ اُجرت ادا

قبولِ اسلام

جمعیۃ علماء اسلام پنجاب کے ناظم عمومی مولانا سید
ـیاز احمد شاہ صاحب آف تلمبہ کی دعوت و تبلیغ سے متاثر
ـنامانی منصور بہ بندی کی ملازمہ میٹرک پاس عیسائی لڑکی مس
ـلوریہ فلورنس مسلمان ہوگئی۔ اسلامی نام زاہدہ کوثر رکھا گیا
ـس نے عدالت میں کہا کہ بائیبل میں مجھے محمد کریم علیہ السلام کی
ـصداقت کا سبق ملا۔ میں حلقہ بگوش اسلام ہو گئی۔ اب وہ
ـملازمت چھوڑ کر جامعہ عربیہ قادریہ تلمبہ کے مدرسۃ البنات
ـیں زیر تعلیم ہے۔ اس بچی کے ذریعہ مشنریز کی دصاندیوں کی
ـداستان عنقریب سامنے آرہی ہے۔ (ادارہ)

بچوں کے لیے

فرمانِ نبوی ﷺ

زاہد الحسن زاہد لاہور

اچھے بچّو! نبی ﷺ کا یہ فرمان ہے
دو جہانوں کا مالک ہے بس اک خدا
جو لا ریب ہے وحدہٗ لاشریک
ساری دنیا ہے فانی، اسے ہے بقا

اچھے بچّو! نبی ﷺ کا یہ فرمان ہے
علم حاصل کرو، علم حاصل کرو
خواہ اس کے لیے چین جانا پڑے
خوب محنت سے اور دل لگا کر پڑھو

اچھے بچّو! نبی ﷺ کا یہ فرمان ہے
اپنے ماں باپ کی خوب خدمت کرو
بات کرنے میں سختی سے بولو نہ تم
اُن کی دن رات دل سے اطاعت کرو

اچھے بچّو! نبی ﷺ کا یہ فرمان ہے
اپنے مہمان سے مسکرا کر ملو
چونکہ مہمان رحمت ہے اللہ کی
اس لیے اپنے مہماں کی خدمت کرو

☆

تعارف وتبصرہ

تبصرہ کے لیے کتاب کی دو جلدیں دفتر میں آنا ضروری ہے۔ (منیجر)

نام کتاب: حضرت مولینا داؤد غزنوی رحمۃ اللہ علیہ
ترتیب وتحریر: سید ابوبکر غزنوی
ناشر: مکتبہ غزنویہ، شیش محل روڈ، لاہور
قیمت: ۲۰ روپے

مولینا سید محمد داؤد غزنوی رح کا نام برصغیر پاک وہند کے ان مشاہیر اسلام میں شامل ہے، جن کی علمی، دینی، قومی اور سیاسی خدمات کو صدیوں تک فراموش نہیں کیا جا سکتا۔ مولینا موصوف اُس کاروانِ ملت کے ایک ممتاز راہنما تھے، جس میں مولینا ابوالکلام آزاد، مولینا حسین احمد مدنی رح، علامہ اقبال، سید عطاء اللہ شاہ بخاری، مولینا ظفر علی خان، مولانا احمد علی اور مولینا حسرت موہانی ایسے چیدہ چیدہ قائدینِ قوم شامل تھے۔ ان عظیم راہنماؤں میں سے تقریباً ہر ایک کے بارے میں ایسی کتب منظرِ عام پر آ چکی ہیں، جن میں ان کے حالات زندگی کے علاوہ ان کی قومی خدمات کو بھی اجاگر کیا گیا ہے۔

مولینا داؤد غزنوی رح کے بارے میں ایک عرصے سے کسی ایسی کتاب کی ضرورت محسوس ہو رہی تھی، جس کے ذریعے سے اُن کے بعض ذاتی حالات کے علاوہ ان کی قومی خدمات کا بھی تذکرہ شامل ہو۔

آج ہمارے ملک میں جو قحط الرجال ہے، وہ انتہائی غور طلب اور پریشان کن ہے۔ یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ ہم نے پاکستان حاصل کرنے کے بعد کوئی عظیم شخصیت پیدا نہیں کی۔ اس کا نتیجہ یہ ہے کہ خاص طور پر ہماری نوجوان نسل کے ذہنوں سے عظیم شخصیات کا تصور ایک طرح مٹ ہی گیا ہے۔ اگر یہ میلانِ طبیعت کچھ مدت اور جاری رہا تو اندیشہ ہے کہ ہمارے نوجوان ذہنی طور پر ایک قسم کے احساسِ کمتری کا شکار ہو جائیں گے۔ اس صورتِ حالات میں اس امر کی اشد ضرورت ہے کہ پاکستان کی نئی پود کو زیادہ سے زیادہ اُن کے مشاہیر کے کارناموں سے باخبر کیا جائے۔

یہ بات بہت حد تک حوصلہ افزا ہے کہ ہمارے اہلِ علم حضرات میں بعض افراد اس ضرورت کو محسوس کرتے ہیں۔ زیر نظر کتاب اسی قابلِ قدر احساس کا باعثِ فخر نتیجہ ہے۔ اس کتاب کا پورا نام "حضرت مولینا داؤد غزنوی رحمۃ اللہ علیہ" ہے۔ اس کی ترتیب و تحریر مولینا رح کے قابلِ فخر خلف الرشید پروفیسر سید ابوبکر غزنوی صاحب کی مساعی جمیلہ کا نتیجہ ہے۔ اس کتاب کو دو نمایاں حصوں میں منقسم کیا جا سکتا ہے۔

پہلے حصے میں مولینا داؤد غزنوی مرحوم کے معاصروں نے اُن کے حالات اور گوناگوں کارناموں پر اپنی اپنی معلومات اور اپنے اپنے تاثرات کے مطابق روشنی ڈالی ہے اور دوسرے حصے میں سید ابوبکر غزنوی نے سیدی وابی کے زیرِ عنوان اپنے والدِ مکرم کی زندگی اور اُن کی مختلف النوع قومی خدمات کا جامع تذکرہ سپردِ قلم کیا ہے۔ پہلے حصے میں جن حضرات کے رشحاتِ قلم شامل ہیں، اُن میں مولینا ابوالاعلیٰ مودودی، مولانا مفتی محمد شفیع، مولینا سید ابوالحسن علی ندوی، مولینا محی الدین احمد قصوری، مولینا غلام رسول مہر، مولینا محمد حنیف ندوی، ڈاکٹر سید محمد عبداللہ، مولینا منظہر علی اظہر، آغا شورش کاشمیری، سید رئیس احمد جعفری، میاں محمد شفیع (م۔ش) ڈاکٹر اسرار احمد اور ملک حسن علی جامعی کے اسمائے گرامی شامل ہیں۔ اس کے علاوہ مولینا داؤد غزنوی رح کے جن دیگر نیازمندوں نے اپنے جذبات وتاثرات کا اظہار کیا ہے، اُن میں مولینا محمد داؤد راز، مولینا محمد اسحٰق بھٹی، محی الدین سلفی، حافظ عبدالرشید اور پروفیسر خالد بزمی شامل ہیں۔

دوسرے حصے میں جو کتاب کے نصف حصے سے بھی زائد ہے، سید ابوبکر غزنوی صاحب نے اپنے والدِ ماجد کے آبا واجداد، حالاتِ زندگی، آخری ایام، اخلاق وعادات، اندازِ خطابت، نظریات ورجحانات، مسائل تصوف فقہی موقف، مرزائیت کی تردید، شعر وادب کا ذوق اور دارالعلوم تقویۃ الاسلام کے عنوانات کے تحت وہ معلومات فراہم کر دی ہیں جو اُن کے سوا شاید کوئی اور شخص فراہم نہیں کر سکتا تھا

سید ابوبکر غزنوی صاحب نے دُوسرے حصے کے حرفِ آغاز میں تحریر فرمایا ہے کہ:-

"مجھے اپنے آبا واجداد کا مسلک عزیز ہے اور اس کے پرچار کو بہت بڑی سعادت سمجھتا ہوں۔ اس مسلک میں اعتدال کا ایک حسن ہے، یہاں بے داغ اور بے لچک توحید بھی ہے آئمہ کرام اور اولیاء عظام کی غایت درجہ تعظیم وتکریم بھی ہے یہاں صحابۂ کرام رض سے بے پناہ محبت بھی ہے اور اہلِ بیت سے والہانہ عقیدت بھی۔ یہاں حدیث صحیح کو ائمہ کرام کے

اقوال پر ترجیح دینے کا ذوق بھی ہے اور فقہائے کرام کی مساعی جمیلہ کا حسن اعتراف بھی۔ یہاں شریعت کے ظاہری احکام کا التزام بھی ہے اور تزکیۂ نفس اور روحانیت کا شغف بھی۔

مجھے اس بات کی روحانی مسرت ہے کہ اس مقالے میں حضرت والا علیہ الرحمۃ اور اپنے اسلاف کے عقائد و نظریات اجمالاً مرتب ہو گئے ہیں۔ سید ابوبکر غزنوی صاحب کے الفاظ کے مطابق یہ حقیقت ہے کہ خاندانِ غزنویہ کے علماء کے یہاں مسلک کے اعتبار سے جو وسیع المشربی ملتی ہے، وہ دیگر بہت سے علماء کے یہاں اوّل تو مفقود ہے اور اگر کہیں ہے تو اس پر زیادہ زور نہیں دیا گیا خاندانِ غزنویہ کے اسلاف کی روایت کے مطابق مولانا داؤد غزنوی رح کی تقریروں اور تحریروں میں صوفیائے کرام کے جملہ سلاسل اور اولیاء اللہ کا احترام ہی ملتا ہے۔

اسلام کو جن مخصوص گوشوں سے نقصان پہنچایا گیا ہے۔ ان میں ایک قابلِ ذکر گوشہ اہلحدیث دیوبندی اور بریلوی کے نام پر اختلافِ مسلک بھی ہے مولانا داؤد غزنوی مرحوم میں یہ وصف بہت نمایاں تھا کہ وہ اسلام کے وسیع تر مفاد کے لیے فروعی اختلافات کو ہمیشہ نظر انداز فرماتے تھے یہی وجہ ہے کہ ان کے ذاتی روابط بیک وقت مفتی محمد حسن، مولانا احمد علی مفتی محمد شفیع، مولانا محمد ادریس کاندھلوی، مولانا ابوالحسنات، مولانا ابوالاعلیٰ مودودی اور دیگر متعدد علماء کرام کے ساتھ نہایت گہرے تھے مثال کے طور پر یہ ابھی کل کی بات ہے کہ جب تک مولانا داؤد غزنوی زندہ رہے، مولانا احمد علی رح عید کی نماز انہی کی قیادت میں ادا فرماتے تھے اس سلسلے میں ایک واقعہ دلچسپی سے خالی نہ ہوگا۔

ایک بار مولانا احمد علی مرحوم جمعۃ المبارک کا خطبہ اپنی مسجد واقع شیرانوالہ دروازہ میں ارشاد فرما رہے تھے کہ عورتوں کی صفوں سے کچھ شور سا سنائی دیا۔ مولانا رح نے شور کا سبب معلوم کرنا چاہا تو انہیں بتایا گیا کہ کوئی دو عورتیں حنفی اور وہابی کے سوال پر جھگڑ پڑی ہیں مولانا احمد علی رح نے یہ بات سنی تو خطبے ہی میں فرمانے لگے

"اس قسم کی فضول باتوں پر عورتیں آپس میں کیوں جھگڑتی ہیں۔ ہم مردوں میں تو کبھی اس قسم کا اختلاف نہیں ہوتا۔ میں ہمیشہ عید کی نماز مولانا داؤد غزنوی کی قیادت میں ادا کرتا ہوں"

مولانا داؤد غزنوی رح نے اتحادِ مسالک کیلئے ہمیشہ جس وسعتِ مشرب کا مظاہرہ کیا، وہ جملہ مسلمانوں کے لیے قابلِ تقلید اسوے کی حیثیت رکھتا ہے، مولانا رح کے اس نمایاں وصف کا اعتراف اس کتاب کے متعدد مضمون نگاروں کے رشحاتِ قلم میں شامل ہے۔

سیدہ کی کراچی کے حصے میں مولانا رح کے حالاتِ زندگی کے علاوہ ان کے نظریات، رجحانات، مسائلِ تصوف اور فقہی موقف سے ان کے عقائد کے بارے میں نہایت خوشگوار تاثرات حاصل ہوتے ہیں۔

مرزائیت کی تردید کے سلسلے میں مولانا داؤد غزنوی کا مقالہ ایک قابلِ قدر علمی مطالعہ ہے، جس میں نہایت فکری اور وزنی دلائل و براہین کے ساتھ اس فرقۂ ضالّہ کو خارج از اسلام قرار دیا گیا ہے۔

اس حصے کا ایک باب شعر و ادب کے بارے میں ہے۔ ممکن ہے کہ مولانا رح کے بعض ملاقاتیوں کو ان کے اس ادبی پہلو کی خبر نہ ہو لیکن اس کتاب سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کا ادبی ذوق بھی نہایت پختہ اور منجھا ہوا تھا۔

۲۲×۱۸ کی تقطیع پر ۴۶۴ صفحات کی یہ کتاب کاغذ، کتابت، طباعت، جلد بندی اور گردپوش ہر اعتبار سے خوب تر ہے اور ان تمام خوبیوں کے باوجود اس کی قیمت موجودہ حالات میں ۴۰ روپے غالباً اصل لاگت کے مطابق ہے

مکتبہ غزنویہ نے یہ کتاب یقیناً کاروباری نقطۂ نظر سے نہیں بلکہ تبلیغِ اسلام اور خدمتِ دین کے ایک مقصد کے پیشِ نظر چھاپی ہے اتحادِ مسالک کے خواہش مند ہر اعتدال پسند مسلمان کو اس کا مطالعہ ضرور کرنا چاہیے۔

انجیل برناباس

برناباس سیدنا مسیح علیہ السلام کے ممتاز حواری تھے جنہوں نے اپنے قائدِ دینی و مرشد و مربی کے حکم سے ان کے حالات و ارشادات قلم بند کیے تھے۔ عیسائی دنیا ابتدا میں اس صحیفہ مقدسہ کو بڑی اہمیت دیتی تھی لیکن بعد میں جب حالات نے پلٹا کھایا اور عیسائیت کی آڑ میں خود ساختہ اور انسانی ذہن و فکر کی ایجاد تعلیم کا چرچا ہونے لگا تو یہ صحیفہ پس منظر میں چلا گیا۔

اہلِ کلیسا نے ہرچند کوشش کی کہ یہ کتابچہ دنیا کے سامنے نہ آئے تاکہ خود ساختہ پاپائیت محفوظ رہے اور ان کے نام نہاد مذہبی اقتدار پر زد نہ پڑے لیکن حق کو چھپانا کسی کے بس میں نہیں وقتی طور پر راکھ انگاروں کے روشن رہنے کے لیے حجاب بن سکتی ہے دائمی ایسا ہونا مشکل ہے چنانچہ ایسا ہی ہوا مسیح علیہ السلام کی صحیح تعلیمات بالخصوص حضور رحمت علیہ الصلوٰۃ والسلام سے متعلق آپ کی پیشین گوئیاں اور ارشادات پر مشتمل یہ مسودہ دنیا کو مل گیا جس سے دنیائے عیسائیت میں زلزلہ بپا کر دیا اور واقعہ یہ ہے کہ امریکہ

خاندانی منصوبہ بندی ایک سازش ہے

اردن کے علماء کا اعلان

اخبار العالم الاسلامی مکۃ المکرمۃ کے مطابق اردن کی تمام اسلامی تنظیموں کی مشترکہ مجلس نے تحدید نسل کے بارے میں مندرجہ ذیل بیان جاری کیا ہے —

حافظ مقصود احمد

اکثر دیکھنے میں آیا ہے کہ تحدید نسل کا پروپیگنڈا مختلف تنظیموں کی طرف سے کیا جاتا ہے حالانکہ یہ سراسر گمراہی ہے اور فکر سلیم اس کا انکار کرتی ہے۔ ہمارا یہ عقیدہ ہے کہ تحدید نسل ایک شخصی معاملہ ہے اور آدمی کی ذات ضرورت اور صحت پر اس کا دار و مدار ہے اس کو ایک عمومی مسئلہ بنا کر تمام لوگوں پر ٹھونسنا کسی طرح بھی جائز نہیں۔

معاشی لحاظ سے اگر دیکھا جائے تو بلاد عرب جو بحر محیط اور بحیرہ عرب کے درمیان واقع ہے ان کی زمین کی زرخیزی، متنوع زرعی پیداوار اور معدنی ذخائر اس قابل ہیں کہ ۵۰۰ ملین اشخاص سے بھی زیادہ اس علاقہ میں بسہولت بس سکتے ہیں حالانکہ اس منطقہ کی کل موجودہ آبادی ۱۲۰ ملین سے بھی کم ہے جو کہ مطلوبہ تعداد کے ¼ سے بھی کم ہے۔

ہاں اگر تحدید نسل ضروری ہوتی تو سب سے پہلے چین کو اس پر کاربند ہونا چاہیے تھا۔ جہاں ۷۰۰ ملین لوگ بلاد عرب کے مقابلہ میں بہت تنگ جگہ میں بس رہے ہیں۔ لیکن اس کے باوجود وہاں تحدید نسل کے داعیوں کا مذاق اڑایا جاتا ہے اور اس کو وطن کے ساتھ خیانت تصور کیا جاتا ہے یہی حال روس اور دیگر اشتراکی ممالک کا ہے۔ جو اپنی افرادی قوت کو ارد گرد کے ممالک سے بہتر حالت میں رکھنا چاہتے ہیں۔

افسوس تو ہم عربوں پر ہے جو تحدید نسل کے پرچارک بن رہے ہیں۔ حالانکہ ہم ہی تھے جو چند سال قبل یہ کہتے تھے کہ صیہونی اسلحہ کے مقابل ہم اپنی عددی برتری کی وجہ سے یہودیوں پر غالب آ جائیں گے۔

کیا یہ حقیقت نہیں ہے کہ ہماری شہ رگ میں اسرائیل کا خنجر ہے جو چاروں طرف اپنی سرحدیں بڑھا رہا ہے اور افرادی قوت میں اضافہ کی خاطر بچے جننے والی عورتوں کو خصوصی وظائف اور صاحب اولاد مردوں کو مالی امداد دے رہا ہے۔ حالانکہ وہ جانتا ہے کہ وہ ایک محدود رقبے میں آباد ہے اور اقتصادی وسائل بھی کچھ زیادہ امید افزا نہیں لیکن سرحدوں کو وسعت دینے کے لیے عددی تفوق کو وہ بھی ضروری سمجھتا ہے۔

ان حالات میں عربوں کا تحدید نسل پر اصرار اور عمل کرنا چہ معنی دارد؟ اگر ہماری یہی حالت رہی تو ایک وقت ایسا آ جائے گا کہ یہود تو تعداد کے لحاظ سے عربوں سے بے تحاشا بڑھ جائیں گے اور خود عرب صفحۂ ہستی سے مٹ جائیں گے۔ اندریں حالات تحدید نسل کا پروپیگنڈا طوطے کی رٹ ہے جو مغرب کی اندھی تقلید میں ہم لوگ لگا رہے ہیں۔ اچھی بات کی تقلید تو بہرحال اچھی ہے لیکن یہ کیا ضروری ہے کہ مغرب کی ہر بری بات کو بھی آنکھیں بند کر کے مان لیا جائے۔

بقیہ: شذرہ

درہم برہم ہو گیا اور تعلیمی شعبہ بھی ابتری کا ہی شکار نہ ہوا بلکہ وہ بساط ہی الٹ گئی

تاہم اللہ کی کروڑوں رحمتیں نازل ہوں ان علماء ربانی پر جنہوں نے ۱۸۵۷ء کے بعد فوراً اس محاذ کو سنبھالا جس کی پہلی کڑی دارالعلوم دیوبند تھا

حقیقت یہ ہے کہ ان مدارس اسلامیہ نے جہاں عقائد و اعمال دین کے تحفظ کا سامان فراہم کیا۔ اور علوم اسلامیہ کو تباہی سے بچایا وہاں حریت و استقلال کا درس بھی دیا۔ اور دیانتداری کی بات یہ ہے کہ ان مدارس سے فارغ ہو کر نکلنے والے بوریہ نشینوں کی طویل اور صبر آزما جد و جہد نہ ہوتی تو انگریز جیسی جابر و ظالم قوم سے چھٹکارا آسان نہ تھا۔

مذہبی امور کے وزیر کے قماش کے لوگ آج ان مدارس کے خلاف شور و غوغا بپا کر رہے ہیں تو اس کی معقول وجوہات ہیں۔

حقیقت یہ ہے کہ آزادی سے پہلے بھی اس نوع کے لوگ دینی اقدار، اسلامی عظمت اور حریت و استقلال کے دشمن تھے اور ان کا مقصد زندگی محض انگریز کی خوشنودی حاصل کرنا تھا۔ پھر یہ کیسے ممکن ہے کہ وہ اداروں جنہوں نے ان کے معنوی اجداد کا ناک میں دم کر دیا تھا۔ ان کے متعلق یہ حسن ظن سے کام لیں۔ یہی وجہ ہے کہ جب بھی ان لوگوں کو موقع ملا انہوں نے ابتلا کی صورت پیدا کرنے کی کوشش کی جبکہ عوامی دور میں یہ کوششیں کچھ زیادہ ہی بڑھ گئی ہیں۔

ابھی پچھلے دنوں جب مدارس کو محکمہ اوقاف کی سنہری زنجیر میں جکڑ کر بے دست و پا اور بندہ بے دام بنانے کا پروگرام بنا تو مجلس عمل کی طرز پر تمام مکاتب فکر نے مل جل کر اس سازش کو ناکام بنایا۔ لیکن ہم سمجھتے ہیں کہ دشمن انتہائی کینہ پرور ہے اور وہ کسی نہ کسی طریق سے انتقام لینا چاہتا ہے۔

اور اس انتقام کے لیے اس نے مدارس کی مبینہ بدعنوانیوں اور ان کو سیاسی اکھاڑہ بنائے جانے کا شور مچا رکھا ہے

اور خیر سے ان "جرائم" کی بیخ کنی کے لیے اس کے پیٹ میں مروڑ اٹھ رہے ہیں۔

اس لیے ہم ارباب مدارس سے گزارش کرنا اپنا فرض سمجھتے ہیں کہ آپ اپنے مثالی اتحاد، روایتی عزم و ہمت اور خود اعتمادی سے کام لے کر اس سازشی ٹولہ کی حرکات شنیعہ کو ناکام بنانے کے لیے ہر وقت تیار رہیں کہ وار کسی بھی وقت ممکن ہے۔

اور مذہبی امور کے وزیر با تدبیر سے کہیں گے کہ ع ایاز قدر خود بشناس

چار دن کے اقتدار پہ اتنے نہ اکڑو — آخر معراج محمد خان اور جے۔ اے رحیم اور خورشید حسن میر بھی تو تمہارے ہی ہم مشرب و ہم مسلک اور اور تمہارے ہی قافلہ کے راہی تھے، قدرت کی بے آواز لاٹھی تمہیں بھی اس صف میں لا کھڑا کر سکتی ہے۔

بقیہ: تعارف و تبصرہ

وغیرہ مختلف ممالک میں متعدد امریکی خاندان مشرف باسلام ہو چکے ہیں جس کا سبب یہی کتاب ہے ایک صاحب علم و قلم دوست بشیر محمود صاحب نے اسے اردو جامہ پہنایا ہے جو بفہ ضلع ہزارہ کے ایک دینی ادارہ دارالعلوم اسلامیہ کے شعبہ تصنیف و تالیف نے شائع کر دیا ہے چھوٹی تقطیع کے ۱۸۰ صفحات پر مشتمل اس رسالہ کا ہر مسلمان کو مطالعہ کرنا چاہیئے اور عیسائی دوستوں کو بھی تعصب و ہٹ دھرمی سے یکسو ہو کر اسے پڑھنا چاہیئے تاکہ وہ بھی حقیقی امن و سلامتی کی راہ سے ہمکنار ہو سکیں کاغذ و کتابت گوارا ہے قیمت درج نہیں۔





قارئین کرام!

کتاب اللہ کے بعد مقام حدیث رسول اللہ کا ہے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کا مختصر سا حال ملاحظہ فرمائیے گا۔

ایک صحابیؓ ارشاد فرماتے ہیں کہ میں ایک رات مسجد نبوی کے قریب سے گزرا میں نے دیکھا کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھ رہے ہیں مجھے بھی شوق آیا کہ آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے نماز پڑھوں چنانچہ میں نے بھی آپ کے پیچھے نیت باندھ لی (سبحان اللہ نصیب اچھا تھا ان لوگوں کا جنہوں نے آپؐ کی تلاوت سنی۔ آپؐ کے پیچھے نمازیں پڑھیں آپؐ کے دیدار انور سے فیضیاب ہوئے۔ برادران کرام کیا کہوں اور کس کو کہوں صحابی کی ایک نماز جو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے ادا کی گئی ہے تمام ان لوگوں کی نمازوں سے قیمتی اور وزنی قیامت کے دن ہوگی۔ جو صحابیت اور انوار نبوت کی نعمت عظمیٰ سے محروم ہیں) صحابی فرماتے ہیں :

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے سورۃ البقرۃ شروع فرمائی۔ جب آیت رحمت تلاوت فرماتے تو یوں معلوم ہوتا تھا کہ جنت میں سیر کر رہا ہوں جب آیت دعا تلاوت فرماتے تو معلوم ہوتا تھا کہ ایک فیاض ذات جھر جھر لئے جا رہی ہے۔ اور لوٹنے والا لوٹ رہا ہے۔

واقعی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تلاوت ہو بھلا پھر وہ اثر اور کیفیت کیوں نہ ہو اب بھی حضور کے امتی ایسی پُر اثر تلاوت کرتے ہیں کہ مومن تو مومن کافر بھی ان کی تلاوت سننے کے لئے مجبور ہو جاتا ہے۔ میں نے اپنے استاد حضرت قاری عبدالمالک صاحبؒ کو ایک سفر میں تہجد کی نماز ادا کرنے اور تلاوت فرماتے سنا تھا۔ چاندنی چمک رہی تھی۔ فضا میں سکون تھا۔ ایک اللہ کا بندہ ہاتھ باندھ کر اپنے مولیٰ کے حضور مالک کا کلام پیش کر رہا تھا۔ اس کی برکت کے کیا انوار تھے ان کو کیسے تحریر میں لاؤں کیسے بیان کروں قلم اور زبان، تحریر اور بیان سے منکر ہیں۔ کاش وہ گھڑی ایک مرتبہ پھر نصیب ہو جاتی۔ لیکن یہ ایک آرزو ہے جو پھر نہیں آسکے گی۔ بہرحال صحابی فرماتے ہیں کہ میں نے خیال کیا کہ سو آیتیں تلاوت فرما کر رکوع کریں گے۔ لیکن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے آگے تلاوت فرمانا شروع فرما دی۔ خیال کیا کہ دو سو آیتیں تلاوت فرما کر رکوع فرمائیں گے جب ایسا ہوا تو خیال کیا کہ سورۃ ختم ہوگی تو رکوع فرمائیں گے حتیٰ کہ سورۃ ختم فرما کر اللھم لک الحمد تین مرتبہ فرمایا اور آل عمران شروع فرمائی۔ میں نے خیال کیا کہ اس کے ختم کرنے کے بعد رکوع فرمائیں گے چنانچہ سورۃ آل عمران ختم ہوئی پھر تین مرتبہ اللھم لک الحمد پڑھا اور سورۃ المائدہ شروع فرما دی اور یہ سورۃ بھی پوری تلاوت فرمائی۔ اس کے بعد آپؐ نے رکوع کیا۔ قارئین کرام ہمارے آقا کی یہ اول رکعت ہے۔ تقریباً پانچ پارے ایک رکعت میں ہوئے اور پھر آپ کی تلاوت پڑھنے سکون اور اطمینان سے تجوید و قرأت خوف و خشیت خشوع و خضوع سے ہوتی تھی۔ ہم لوگوں والی تلاوت جلدی جلدی نہ ہوتی تھی۔ ابھی دوسری رکعت کا حال باقی ہے۔ یہی تو وجہ تھی مالک کی پیشی سے فارغ ہوتے تو پائے مبارک ورم کر جاتے تھے۔ جب صحابہؓ اپنے سردار کی یہ کیفیت جسمانی دیکھتے صبر نہ ہو سکتا تھا۔ عرض کرتے آقا آپؐ کے مالک نے آپ کو بخش دیا ہے۔ آپ کی فضیلت اور مناقب کی آیات تلاوت فرماتے فرمادی ہیں جواب میں ارشاد فرماتے افلا اکون عبدا شکورا۔ میں اپنے مالک کا شکر گزار بندہ کیوں نہ بنوں بزرگو! جن کو نماز کا مزہ آگیا ان کو اپنی خبر نہیں رہی۔

ابو اسحاق مشہور محدث ہیں سو برس کی عمر میں وفات پائی افسوس کیا کرتے تھے اور فرمایا کرتے تھے کہ بڑھاپے میں نماز کا مزہ جاتا رہا دو رکعتوں میں صرف دو سورتیں پڑھی جاتی ہیں۔

سورۃ البقرۃ اور سورۃ آل عمران اندازہ فرمائیں یہ سو برس کے بوڑھے کی بے لطفی نماز ہے جوانی میں مزہ والی نماز کا کیا حال ہوگا۔ یہ تلاوت تقریباً پونے چار پارے بنتی ہے۔ ہم جوان تو رکوع میں سوا پارہ بھی مشکل سے گر پڑ کر سو جاگ کرتے ہیں۔ اس میں بھی فکر رہتی ہے کہ کوئی جلدی پڑھنے والا حافظ مل جائے تو اچھا ہے۔ (تہذیب التہذیب)

محمد بن سماک فرماتے ہیں کہ کوفہ میں میرا ایک پڑوسی تھا۔ اس کا ایک لڑکا تھا۔ جو دن کو ہمیشہ روزہ رکھتا رات بھر نماز میں مصروف رہتا سوکھ کر صرف ہڈیوں کا پنجرہ اور کھال کا لفافہ رہ گیا۔ رنگ زرد ہوگیا۔ اس کے والد نے مجھے کہا ذرا اس کو سمجھاؤ۔ میں ایک روز اپنے دروازہ پر بیٹھا ہوا تھا کہ اچانک وہ بھی آگیا۔ میں نے اس کو بلایا۔ اس نے آکر سلام کیا اور بیٹھ گیا۔ میں نے بولنا شروع کیا۔ فوراً بولا چچا جان میں سمجھ گیا ہوں۔ آپ محنت کی کمی کا مشورہ دیں گے

The Weekly "KHUDDAMUDDIN"
LAHORE (PAKISTAN)

چچا جان اس محلہ کے ہم چند لڑکوں نے سوچا کہ دیکھیں کون نماز اور روزہ میں ایک دوسرے پر سبقت لیتا ہے اس روز سے ہم ایک دوسرے سے بڑھنے کی کوشش میں مستعد رہے۔ حتیٰ کہ میرے وہ سب ساتھی اپنے رب کے پاس چلے گئے۔ اب میں اکیلا بقید حیات ہوں اور دن میں دو مرتبہ میرے اعمال ان پر پیش کئے جاتے ہیں۔ چچا جان انہوں نے بڑے بڑے مجاہدے کئے ان کی ... اور مجاہدے بیان کرنے لگا۔ محدثین مبارک فرماتے ہیں کہ ان کے مجاہدے سن کر ہم حیران ہو گئے اس کے بعد وہ لڑکا اٹھ کر چلا گیا تیسرے دن ہم نے سن لیا کہ وہ بھی رخصت ہو گیا ہے (نزہت)

اپنے بزرگوں سے سنا ہے کہ حضرت مجدد الف ثانیؒ کے ایک خلیفہ تھے مولانا عبدالواحدؒ انہوں نے ایک دن فرمایا کہ کیا جنت میں نماز نہ ہو گی کسی نے عرض کیا حضرت وہاں نماز کیسی جنت تو نیکیوں کا بدلہ ملنے کی جگہ ہے۔ نیکیاں کرنے کی جگہ تو نہیں نیکیاں کرنے کی جگہ تو دنیا ہے۔ اس پر ایک چیخ ماری اور رونے لگے اور فرمایا بغیر نماز کے جنت میں کیسے گزرے گی۔ غور فرمایئے کیا مزہ ہے نماز کا جنہوں نے نماز کے مزہ کو اس دنیا میں چکھا ہے اور اللہ تعالیٰ نے ان کی نماز میں مٹھاس رکھ دی۔ ان کو جنت بھی مزہ نہیں دیتی اور نماز کے چھوٹنے پر افسوس کرتے ہیں۔

نماز کی قیمت

جب خیبر فتح ہوا تو صحابہؓ کو بہت مال و دولت غنیمت میں ملا ہر شخص نے اپنی ضرورت سے اپنا حصہ فروخت کرنا شروع کر دیا دوسرے حضرات نے خریدنا شروع کر دیا۔ اسی گہما گہمی میں وقت گزرا فراغت حاصل کرنے کے بعد ایک صحابی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا حضرت آج مجھے بہت نفع ہوا ہے حتیٰ کہ اتنا نفع ساری جماعت میں سے کسی کو بھی نہیں ہوا آپؐ نے دریافت فرمایا کہ تجھے کتنا نفع ہوا ہے عرض کیا حضرت میں سامان خریدتا رہا اور بیچتا رہا حتیٰ کہ تین سو اوقیہ چاندی نفع میں بچی ا(ہمارے روپیہ کے اعتبار سے تقریباً تین ہزار روپیہ بنتا ہے) آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ میں تمہیں اس سے بھی بہتر نفع مند چیز بتاؤں۔ عرض کیا حضرت ضرور بتلایئے آپ پر میرے ماں باپ قربان ہوں فرمایا فرض نماز کے بعد دو رکعت نفل پڑھنا تیرے لئے اس سے کہیں زیادہ نفع مند ہے۔ اللہ توفیق عمل بخشے آمین۔

بقیہ: خطبہ جمعہ

کیا بگڑ گیا ہمیں پوری استقامت اور جرأت کے ساتھ ان بزرگوں کے نقش پا پر چلتے رہنا چاہئے حقیقت یہ ہے کہ یہ لوگ گنتا ہائے قدرت میں سے تھے۔ ان کے کردار و عمل اور ان کی راتوں کی بیداری اور اس میں اپنے خالق و مالک کے حضور آہ و زاریاں ہی آج اس ملک میں مشعل اسلام کی تابانی کا باعث ہیں ورنہ سیاسی اور مذہبی اعتبار سے پیشہ ور ٹوڈیوں کا ٹڈی دل تو اس ملک سے اسلام کی رونق ختم کرنے پر تلا ہوا تھا

اللہ تعالیٰ نے ان بہادروں کو توفیق دی تو انہوں نے تن من دھن قربان کر کے قوم کو حیات جاوداں بخشی کہ۔ ع

"شہید کی جو موت ہے وہ قوم کی حیات ہے"

اور اس کا اصل سبب یہ تھا کہ:

"انہوں نے ان صلاتی ونسکی ومحیای ومماتی للہ کا رمز سمجھ لی تھی"

اللہ تعالیٰ ہمیں بھی اس رمز کو سمجھ کر اس کے مطابق عمل کی توفیق بخشے۔

★

عبید اللہ انور پبلشر نے پرنٹر خواجہ طارق لطیف کمبوہ پرنٹنگ پریس لاہور میں چھپوا کر شیرانوالہ گیٹ لاہور سے شائع کیا